

بیادگار

اعلیٰ حضرت جامع الشریعت الطریق فخر العلماء قدسہ السالین زبدۃ العارفین
امام العاشقین مولانا الحاج محمد ذاکر بکوی نور احمد مرقدہ

اغراض و مقاصد

۱۔ اندرونی و بیرونی حملوں سے اسلام کا تحفظ۔ تبلیغ و اشاعت اسلام

۲۔ اصلاح رسوم

۳۔ احیاء و اشاعت علوم دینیہ

قواعد و ضوابط

۱۔ رسالہ کی عام قیمت دو روپیہ آٹھ آنہ سالانہ مقرر ہے۔ مگر جو صاحب پانچویں یا آٹھ
زیادہ رقم بغرض امانت ارسال فرمائیں گے۔ وہ معاون خاص تصور ہونگے۔ ایسے حضرات
کے اسماء گرامی شکر کے ساتھ درج رسالہ ہوا کریں گے۔

۲۔ غریب اور غفلت خاص اور طلباء کیلئے رعایتی قیمت دو روپیہ سالانہ مقرر ہے۔

۳۔ محبران حزب الانصار اور حزب الانصار کے معاونین کی خدمت میں رسالہ بلا معاوضہ
بھیجا جائیگا۔ چندہ ممبری کم از کم ہم ماہوار مقرر ہے۔

۴۔ جو صاحب کم از کم چھ خریدار دینگے۔ وہ معاونین میں شمار ہونگے۔ اور ان کی خدمت میں
ان کی خواہش پر ایک سال کے لئے رسالہ مفت جاری کیا جائیگا۔

۵۔ بذریعہ وی پی ارسال کرنے پر ہم زیادہ خرچ ہوتے ہیں۔ نیز بعض اصحاب وی پی دلیس
کرتے ہیں۔ اس لئے دفتر کا نقصان ہوتا ہے۔ لہذا جملہ خریداران زرچندہ بذریعہ آرڈر
ارسال فرمایا کریں۔

۶۔ نمونہ کا پرچہ ہر کے چھٹ آنے پر بلکا مفت نہیں بھیجا جاتا۔

۷۔ رسالہ ہر سترہویں ماہ کی ۲۰ تاریخ کو بھیرہ سے ڈاک میں ڈالا جاتا ہے۔ جو کم رسالہ کے پورے
کی آجکل کثرت ہے۔ اسلئے جس صاحب کو نہ ملے وہ یکم سے پہلے اطلاع دیں ورنہ دفتر ذمہ دار نہ ہوگا

۸۔ جملہ خط و کتابت و ترسیل در بنام منیر رسالہ اسم السلام بھیرہ (پنجاب) ہونی چاہئے۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شماره اول

ماہواری سالہ

جلد	ماہ اگست ۱۹۳۰ء مطابق ماہ ربیع الاول ۱۳۴۹ھ	نمبر
نمبر شمار	فہرست مضامین	پیش صفحہ
۱	باب التفسیر	۲
۲	باب الحدیث	۶
۳	باب الفقہ	۸
۴	سائیک جواہر	۱۷
۵	نظم	۱۹
۶	فرقہ بندی کے اسباب	۲۰
۷	ایمان باغیچہ فلسفہ	۲۹
۸	تحقیق مذہب شیعہ	۳۳
۹	کے متعلق ضروری ہدایات	۳۹
	کیفیت کا رکوردگی	
	میر	
	مولوی حکیم قطب الدین صاحب	
	(ماخوذ)	
	جناب علامہ دکنیہ خان صاحب اندری	
	مولانا سید زبیر الحق صاحب سیرت	
	حضرت مولانا عبد الشکور	
	صاحب لکھنوی	
	مولوی عطاء محمد صاحب	
	رکن و پینغ حرب الانصار	

باب التفسیر

تَنْزِيلٍ مِّن رَّبِّ الْعَالَمِينَ ۝ وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضُ الْأَقَاوِيلِ ۝
لَا خَافُ نَامِنَهُ يَا لَيْمِينَ ۝ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنهُ الْوَتِينَ ۝ فَمَا مَنَكُم مِّنْ
أَحَدٍ عِندَهُ حَاجِرِينَ ۝ (سورہ الحاقہ پارہ ۲۹ - رکوع ۱)

ترجمہ مطلب (یہ قرآن) اتارا ہوا ہے پروردگار عالم کا اور اگر یہ (ہمارا سچا رسول
محمد سچے الہاموں کے ساتھ) بعض (جھوٹی) باتیں ملا دیتا تو ہم اس کا دسنا یا بھڑکھڑاتے
ریا کے مضبوط پکڑتے پھر کاٹ ڈالتے۔ ان کی رگ دل پھر تم میں کوئی بھی نہ ہوا مانتے

روکنے والا۔
شرح۔ کفار کہ ازراہ طعن کہا کرتے تھے کہ قرآن خدا کا کلام نہیں۔ بلکہ محمد
صلی اللہ علیہ وسلم کا بنایا ہوا ہے۔ اس پر بیانات نازل ہوئیں کہ اگر یہ ہمارا سچا رسول
محمد ساری باتیں تو ایک طرف اگر ایک بات بھی جھوٹی ہماری طرف سے کہنا۔ تو ہم
پکڑ کر فرج کر دیتے۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے کہ کوئی شخص بادشاہ کے کسی خاص پیام
رسان کو جھوٹا کہے۔ اور یہ کہنا بادشاہ کو ناگوار گذرے۔ اور کہے کہ اگر ہمارا پیام
رسان ذرا بھی جھوٹ پڑتا تو ہم اس کو جان سے مار دیتے۔ یہ ایک معمولی بات ہے
جس سے پیامبر کی واقعی خصوصیت اور سچائی کا اظہار منظور ہوتا ہے۔ اس میں ہر
مفسر کے لئے کلیہ بیان نہیں کیا گیا۔ بلکہ اہل علم جانتے ہیں کہ تقوّل میں جو
ضمیر ہے۔ اس سے مراد جناب رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ
ہماری یہ خاص رسول کوئی بات جھوٹ کہتے تو ہم یہ سزا دیتے۔
مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے مذکورہ آیت کا مطلب سمجھا ہے کہ
اللہ تعالیٰ نے یہاں ایک کلیہ قاعدہ بیان کیا ہے جس سے جھوٹے اور سچے
علم کا فرق ظاہر ہو جاتا ہے۔ یعنی جو سچا ہے۔ اس میں دعاقت سے رہتا ہے اور
جھوٹے کو اللہ تعالیٰ جلد ہلاک کر دیتا ہے۔ مرزا صاحب نے خلاف

محاورہ قرآن یعنی گھر کر اپنے متبعین کے لئے تسلی کا سامان ہم بچایا ہے علامہ
 اس آیت میں جھوٹے ملہم کا ذکر تک نہیں۔ بلکہ صرف سچے ملہم کا ذکر ہے۔
 کیونکہ ارشاد ہے **لَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضُ الْأَقَادِيلِ** الخ یعنی یہ اگر ہمارا سچا رسول
 بعض باتیں ہم پر جھوٹ باندھتا۔ اس جھڑ کے لفظ نے جھوٹے ملہم کو خارج کر
 دیا۔ کیونکہ جھوٹے ملہم کے تو جتنے الہامات میں یہ جھوٹے ہوتے ہیں البتہ
 سچے ملہم کے الہامات اچھے ہونگے۔ اب اگر وہ سچا ملہم اپنے سچے الہاموں کے ساتھ
 بعض جھوٹے الہام بیان کرے۔ تو اس کی سزا اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت میں
 بیان کر دی۔ الغرض بعض باتوں کا جھوٹا ہونا اسی وقت ہو سکتا ہے۔ کہ آیت میں
 خاص سچے ملہم کا ذکر ہو۔ ورنہ آیت میں بعض الاقادیل کا لفظ غلط ہو جائیگا۔ نیز
 واقعات تاریخ عالم سے اس کا بطلان ثابت ہے۔ کئی سچے رسول قتل
 کئے گئے اوکئی جھوٹے ملہم وزیرک عیش و کامرانی سے دنیا میں اپنی طبعی عمر کو
 پہنچے۔ محمد بن تو مرت علوی مغربی۔ عبید اللہ مہدی صاحب ازلیقہ۔ سید محمد
 بن خنوری۔ طریف۔ صالح بن طریف اور ابو منصور عینی وغیرہ مدعیان الہام
 دنیا میں عیش و آرام سے رہے۔ اور مرزا صاحب کی طرح اپنے دعاوی کی اشاعت
 کرتے رہے۔ اور ان کی قطع و تین نہ ہوئی۔ نیز قرآن مجید میں مفتری مہلت
 ملنا ثابت ہے۔

— مطلب مع شرح —

— آیت —

وَالَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا سَنَسْتَدْحِجُهُمْ
 مِنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُونَ وَأَعْلَىٰ لَكُمْ
 أَنْ كِيدَیَ مَتَّانٍ (اعراف)

جہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا انہی
 ہم سے کلام کو سچا نہ جانا۔ یا ہمارے احکام
 کو نہ مانا اور عمل نہ کیا ہم انہیں ہم آہستہ
 آہستہ اور درجہ بدرجہ (ہلاکت کے بلند درجہ تک) لے جائیں گے۔ ایسے طریقے سے
 کہ انہیں خبر نہ ہوگی۔ امام رازی تفسیر کبیر میں لکھتے ہیں۔
 اسی اصطلاح و اطلاق لطم صدہ
 عمر ہم لیتا دو فی المعاصی ولا
 اعاجلہم بالعقوبۃ علی المعصیۃ

میں انہیں مہلت دوں گا۔ اور ان کی
 عمر واز کروں گا۔ اور ان کی سزا میں حلیہ
 نہیں کروں گا۔ تاکہ وہ لوگ گناہوں میں

ارتقی کریں۔ اور جب گناہوں کی زیادتی اصل کو پہنچ جائیگی جس حد تک انہیں سزا دینا حکمت الہی میں مقرر ہو چکا ہے۔ اسوقت انہیں موت آئیگی۔ اور خداے متعالیٰ کی پکڑ ہوگی۔

حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی قدس سرہ العزیز تفسیر عزیزی میں آیت لو تقول الخ کے تحت میں ارشاد فرماتے ہیں۔

اس مقام پر ایک مشکل سوال پیدا ہوتا ہے۔ وہ یہ کہ اگر یہ شرط اور جزا درست ہو اور لازم بامین اول اور ثانی مانا جائے تو کلیہ صادق آتا ہے۔ بنا بریں ضروری ہوا کہ اللہ پر افترا باندھنے کے بعد کوئی بھی زندہ نہ ہے۔ حالانکہ بہت سے مفتری مثل مسیہ کذاب و اسود غسی و دیگر متنبیان گذشتہ اند کہ طو بار طو بار افترا بر خدا بستہ اند و ہرگز اس مواخذہ بر آہنا جاری نشدہ۔ جوابش آں است کہ ضمیر تقول راجع بہ رسول است۔ نہ بہر فرد انسانی و اگر بالفرض محال رسول افترا نماید اور اس عقوبت عاجلہ لازم الوقوع است زیرا کہ تصدیق ابوہریرہ واقع شدہ است پس اگر اورا تعجب در عقوبت کنند تلبیٰ لازم آید۔ کہ لا بکن رفتہ و آں منافی حکمت است۔ بخلاف غیر رسول کہ بدوں تصدیق معجزہ کلام او خرافاتی بیش نیست۔ و اصلاً جائے التباس و اشتباہ نے آری اورا تصدیق بہ معجزہ از محالات است مانند آنکہ ہر کرا بادشاہاں بخد متی مامور کردہ و

اس مقام پر ایک مشکل سوال پیدا ہوتا ہے۔ وہ یہ کہ اگر یہ شرط اور جزا درست ہو اور لازم بامین اول اور ثانی مانا جائے تو کلیہ صادق آتا ہے۔ بنا بریں ضروری ہوا کہ اللہ پر افترا باندھنے کے بعد کوئی بھی زندہ نہ ہے۔ حالانکہ بہت سے مفتری مثل مسیہ کذاب و اسود غسی و دیگر متنبیان گذشتہ اند کہ طو بار طو بار افترا بر خدا بستہ اند و ہرگز اس مواخذہ بر آہنا جاری نشدہ۔ جوابش آں است کہ ضمیر تقول راجع بہ رسول است۔ نہ بہر فرد انسانی و اگر بالفرض محال رسول افترا نماید اور اس عقوبت عاجلہ لازم الوقوع است زیرا کہ تصدیق ابوہریرہ واقع شدہ است پس اگر اورا تعجب در عقوبت کنند تلبیٰ لازم آید۔ کہ لا بکن رفتہ و آں منافی حکمت است۔ بخلاف غیر رسول کہ بدوں تصدیق معجزہ کلام او خرافاتی بیش نیست۔ و اصلاً جائے التباس و اشتباہ نے آری اورا تصدیق بہ معجزہ از محالات است مانند آنکہ ہر کرا بادشاہاں بخد متی مامور کردہ و

نشان خود دادہ بطرف میفرستند
 و او در آن خدمت خیانت میکند
 یا افتراے نماید۔ فی الفور تدارکش
 میکند۔ کہے کہ از طرف خود بے سند
 افترا مانے بند و اصلاً بحال او
 متوجہ نئے شوند کہ مردم عاقل اصلاً
 بفریب او از جا نمیروند کذا خدا
 بالجملہ اگر رسول مصدق
 بالمعجزات اس قسم افترا نماید
 البتہ بایں عقوبت گرفتار شود و

منافی ہے۔ بخلاف غیر رسول کے جو کہ
 بغیر تصدیق معجزہ کے اس کی کلام خرافات
 سے زیادہ نہیں۔ اور مرکز کسی شک یا اشتباہ
 کی گنجائش نہیں۔ اس کی تصدیق معجزہ
 کے ساتھ محالات سے ہے۔ جیسے کسی
 حاکم کی خدمت پر مامور کے اس کو نشان
 اپنا دے کہ کسی جگہ بھیج دے اور وہ اس خدمت
 میں خیانت کرنے لگ جائے۔ یا افترا
 باندھنا شروع کر دے۔ فی الفور اس کا
 تدارک کیا جائیگا۔ اور جو شخص بغیر
 نشان پاسد کے اپنی طرف سے افترا باندھنے شروع کرے۔ اس کی
 طرف قطعاً توجہ نہیں دیتے۔ کیونکہ عقلاء اس کے فریب میں نہیں آسکتے
 ایسے ہی یہ لہے۔ خلاصہ کلام یہ کہ جو رسول مصدق بالمعجزات ایسے افترا
 باندھے۔ وہ اس قسم کی عقوبت میں گرفتار ہوگا۔

قرآن مجید سے ثابت ہے کہ دنیا میں عیش و عشرت سے رہنا۔
 دشمنوں سے محفوظ رہنا۔ اپنے مطالب میں کامیاب ہونا بچائی اور حقانیت
 کی دلیل نہیں۔ دنیا دار الابدستلا ہے۔ یعنی نماز مالش اور امتحان کا مقام
 ہے۔ اور خدا کا امتحان مختلف طور سے ہوتا ہے۔ کسی وقت مادی دولت
 اور آسائش و آرام دے کہ اور کسی وقت غربت و آہ و بچہ و مناصب
 عنایت کرے۔ اور کسی وقت تنگی و پریشانی سے۔ سورہ النہج میں فرماتا ہے
 اِنَّ رَبَّكَ لَبَاقٍ فَصَلِّ فَاِذَا
 الْاِنْسَانُ اَخْلَا مَا تَبْلُو رَبُّهُ
 فَالْكَرْهَ وَنَعْمَهُ فَيَقُولُ
 رَبِّيَ الْكَرْهَ ۔
 سچ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کامیں مقبول ہوں۔

حدیث شریف میں ارشاد ہے۔

استد الناس بلاء الانبياء ثم الصلحون ثم الا مثل فلا مثل
سب سے زیادہ سخت امتحان انبیاء کا ہوتا ہے۔ اس کے بعد نیک
(نفسہ ابن کثیر جلد ۷) لوگوں کا۔

اب جبریت ہے کہ ایسی صریح آئیں موجود ہوتے ہوئے میرزا
غلام احمد قادیانی نے اپنی عمدہ حالت دکھا کر اپنی سچائی ظاہر کرنے
کی سعی کی اور ماننے والے مان رہے ہیں۔ بلکہ ابھی تک مناظروں میں
اور عام مجالس میں کو تو قول الخ کے من گھڑت معنی بیان کر کے میرزا
صاحب کو سچا ثابت کیا جا رہا ہے۔ حالانکہ میرزا جی کا یہی قول کہ تو بیت
وقرآن شریف دونوں گواہی دے رہے ہیں۔ کہ خدا پر افترا کرنا بولا
جلد تباہ ہو جاتا ہے۔ (انجام اتھم صفحہ ۳۷) ان کے جھوٹے ہونے کی
زبردست دلیل ہے۔

باب الحدیث

صدقات

- ۱۔ ابو ہریرہؓ وحکم بن خرازم دونوں سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بہتہ صدقہ وہ ہے کہ جو غنی سے ہو یعنی اپنی ضرورت سے زائد ہو اور شرم و خجالت سے گریز بخاری
- ۲۔ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ میں نے کہا کہ یا رسول اللہ میرے دوڑوسی ہیں۔ ان میں سے کس کو تحفہ بھیجوں۔ فرمایا۔ کہ جس کا دروازہ تنہا رے گھر سے کھلا رہے اور نہ دیکھ ہو (بخاری)
- ۳۔ سلمان بن عامر سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مسکین پر صدقہ کرنا ایک صدقہ ہے اور رشتہ داروں پر صدقہ کرنا دوسرا اجر ہے۔ ایک تو صدقہ کا۔ دوسرا صلہ رحمی کا۔ (احمد)

۳۔ ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا۔ اور کہنے لگا۔ کہ میرے پاس دینار ہے۔ آپ کے فرمایا کہ آپ حج کر دیکھا کہ میرے پاس اور ہے۔ فرمایا کہ اپنے لڑکے پر خرچ کر۔ کہا کہ میرے پاس اور ہے۔ فرمایا کہ اپنی بیوی پر خرچ کر۔ کہا کہ میرے پاس اور ہے۔ فرمایا اپنے خادم پر خرچ کر۔ کہا میرے پاس اور ہے۔ فرمایا جہاں مرضی ہو۔ خج کر۔ (ابو داؤد و نسائی)

۵۔ انس سے مروی ہے۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے راستہ میں ایک کھجور پٹی دیکھ کر فرمایا۔ کہ اگر مجھے یہ خوف نہ ہوتا۔ کہ شاید صدقہ کی ہو۔ تو میں کھا لیتا (بخاری و مسلم)

۶۔ ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ حضرت حسن ابن علی کرم اللہ وجہہ نے صدقہ کی کھجوروں میں سے ایک کھجور لیکر منہ میں ڈالی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (کج کج یعنی) نکال دے پھر فرمایا کہ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ ہم لوگ صدقہ نہیں کھایا کرتے (بخاری و مسلم)

۷۔ عبد المطلب بن ربیعہ کہتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ نے کہ یہ صدقہ لوگوں کی میل ہیں۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کی اولاد کو حلال نہیں۔ (بخاری و مسلم)

۸۔ ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت یہ تھی۔ کہ جب کھانا کہیں سے آپ کو آتا تو دریافت کر لیتے۔ کہ یہ تحفہ ہے یا صدقہ اگر کوئی کہتا کہ صدقہ ہے تو دوستوں فرماتے کہ تم ملکر کھاؤ۔ اور خود نہ کھاتے۔ اور جب یہ کہا جاتا۔ کہ یہ تحفہ ہے تو ہاتھ دھو کر ان کے ساتھ بیٹھ جاتے اور کھا پیتے (بخاری و مسلم)

۹۔ عبد اللہ بن عمر سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ غنی کو تذرت کو اور جو کما سکتا ہے صدقہ لینا ناجائز ہے۔ (ترمذی ابو داؤد)

۱۰۔ عبد اللہ بن عدی بن خیبار سے مروی ہے کہ مجھ کو وہ شخصوں نے

کہا کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جمعۃ الوداع کے موقع پر جبکہ آپ صدقہ تقسیم کر رہے تھے۔ حاضر ہوئے۔ اور صدقہ مانگنے لگے تب آپ نے ان کی طرف آنکھ اٹھا کر اوپر نیچے دیکھا۔ تو معلوم کیا۔ کہ پیٹے کٹے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اگر تم چاہتے ہو۔ تو میں نے دوڑا۔ حالانکہ اس میں غنی اور فقی اور گھمسانے والے کا حق نہیں ہے (ابوداؤد و نسائی)

۱۱۔ زیاد بن حارث صدائی سے مروی ہے کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر رحمت کی اور یہ آپ کی خدمت میں ایک شخص آیا اور کہنے لگا۔ کہ مجھ کو صدقہ دیجئے تب آپ نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے صدقہ کے بارہ میں خود حکم فرمایا ہے اور کسی حکم پر راضی نہیں ہوا۔ اس نے صدقہ کو آٹھ حصوں پر تقسیم کیا ہے۔ اگر تو ان میں سے ہے تو میں تجھے دے دیتا ہوں۔ (ابوداؤد)

باب الفقہ

دارطی کی شرعی حیثیت

(بلسلسہ اشاعت گذشتہ)

ریایات فقیہ اور احادیث مذکورۃ الصدر سے جب یہ ثابت ہو گیا۔ کہ عورت کے سر کے بال اور مرد کی دارطی شرعی حیثیت سے ایک ہی لائن پر واقع ہے کہ دونوں زین و زینیت کا باعث ہیں۔ دونوں عیب داب اور وجاہت کا موجب ہیں یکاٹنے موڈنے والے پر دینیت اور کٹوانے منڈوانے والے پر تعزیر واجب ہے۔ دونوں سزا دار لعنت ہیں۔ اور دونوں مستحق سزا ہیں۔ دونوں ہڑوسیے اور دونوں مخادقہ اور کر و تزویر کے ترکیب ہیں تو جیسے داہریوں کی اہمیت گھٹانے کیلئے اخباروں میں مضمون شائع کئے جاتے ہیں۔ ٹیچروں کو چیلئے۔ ٹیچر اسی طرح

یہ فتویٰ بھی شائع کر دیں۔ کہ عورتوں کو سر کے بال رکھانے ضروری نہیں رکھیں
تو ان کی مرضی۔ نہ رکھیں تو ان کی مرضی۔ عورتوں کو سر کے بالوں کا رکھنا
کوئی امر دینی اور شرعی نہیں۔ بلکہ دنیاوی امر ہے۔ اور ظاہر ہے کہ دنیاوی
امور کے ترک اور عدم ترک پر انسان موقوف نہیں ہوتا۔

اب ولدا دکان قونگ پر لازم ہے۔ کہ از راہ کرم راہ مساوات اختیار
کریں۔ اور طریق انصاف پر چل کر اخباروں کے ذریعے دنیا کو اپنے اس نزلے
اجتہاد اور انوکھے سنباط سے متنبہ کر دیں۔ کہ عورتوں کو سر کے بال رکھنے کا
حکم (نجیال) بالقرآن میں ہے۔ اور نہ حدیث میں ہے۔ باقی رہی فقہ تومنین
فقہائے نے تو عورتوں کے بالوں کو چھو ٹانگ نہیں۔ البتہ متاخرین فقہائے نے
اپنی کتابوں میں ان کا کسی قدر ذکر کیا ہے۔ مگر وہ بھی سہری اور تھوڑی جہ
بے غور و خوض کرنے کے بعد صرف اتنا مستفاد ہوتا ہے کہ عورتوں کو سر
بال رکھانے نہ فرض میں اور نہ واجب۔ اور نہ سنت مؤکدہ۔ بلکہ سنت غیر
مؤکدہ ثابت ہوتے ہیں۔ اگر عورتیں اپنے سروں کو منڈوا ڈالیں۔ جیسے ہم
نے وارہیاں منڈوا ڈالی ہیں۔ تو نجیال یا مجتہدان وہ چند ان مجرم اور باپلی
نہیں ہو گے۔ خصوصاً جب یورپ اور یورپ جیسے دیگر مذہب ممالک کی عورتوں
نے سر کے بالوں کو کٹا کر کاٹن تک رکھ لیا ہو۔

مولوی مشتاق اور مشتاق کے ہم چشم دیگر تحریروں کی طرح اگر
عورتوں کے بالوں کا بھی دنیا جہان میں عین ضروری ہونا ثابت کر دیں گے۔ سادہ
اپنے ذور قلم سے اہل عالم پر روز کشوں کی طرح ظاہر قوائی گے۔ کہ اسلام میں صرف
نارک کو سر کے بالوں کا رکھنا مشروع اور لازم نہیں رکھیں تو ان کی مرضی
منڈائیں تو ان کی مرضی۔ اور اگر یورپ کی عورتوں کی طرح کانوں کی بو
تک کٹائیں تو ان کی مرضی۔ تو ہم بھی التیہ اور زیبندہ کی طرح مان جائیں
کہ آپ اپنی بات کے بچے اور دھن کے بچے ہیں۔ جو سمجھتے ہیں۔ کہہ دیتے
ہیں۔ اور جو کہتے ہیں۔ وہ کہہ دیتے ہیں۔ اور نہ کہیں گے۔ کہ بس
بالوں کے دانت کھانے کے اور دھلنے کے اور بیٹھی بیٹھی ہرپ۔

اور کڑوی کڑوی تہہ - دارہیوں کے لئے سلاٹ سوپ اور استرا - اور
 عورتوں کی زلفہاے سبیلوں کھیلے روشن گیسو دراز اور خوشبو دار گلونہ -
 یہ ترجیح بلا مرجح نہیں تو کیا ہے؟ دارھیوں اور عورتوں کے بالوں کو خود
 خدائے غرضل نے زیور و میت قرار دیا ہے - اور ملائکہ کو ان کی
 تسبیح کرنے کا ارشاد فرمایا ہے تو دونوں کو ایک ہی نگاہ سے دیکھنا چاہئے
 یا دونوں کو مسلمانوں کی طرح بہ نگاہ عزت دیکھنا چاہئے - اور یا کفار اور
 مشرکین کی طرح دونوں کو بہ نظر حقارت اور نفرت دیکھنا چاہئے - دارھی
 کو پاک کی بالوں کی طرح بلکہ ان سے بھی صداہ مراتب کم سمجھنا - اور عورتوں
 کے سبستان و لفریب کو شب قدر یا مشک و عنبر خیال کرنا ترجیح بلا
 مرجح ہے - یا تلبیس و تمویہ - اور یا کامرانی اور ہوا و نفسانی کی اتباع اور پوچھا
 بلکہ تفاضل انصاف تو یہ ہے - کہ جس طرح ہجرت پسند شیعوں نے
 اپنی اپنی دارھیاں منڈوا کر دارھی کے غیر مشروع اور غیر اہم ہونے کا
 عملی ثبوت دیا ہے - بعینہ اسی طرح اپنی عورتوں اور بہو بیٹیوں کے سر کے بالوں
 بھی منڈوا کر واکران کے غیر ضروری اور غیر مؤکد ہونے کا عملی نمونہ پیش
 کریں - پھر دیکھیں - کہ آپ کی حق گوئی اور میانہ روی کو کیسے چار چاند لگ جا
 ہیں - اور آپ کا اجتہاد اور استنباط اور آپ کا تبحر فی العلم کس طرح
 زبان زد خلایق ہو کر مشہور آفاق ہو جاتا ہے -

اغتنقاؤ کے ساتھ عمل کی ضرورت ہوتی ہے جب تک کسی مفید خیال
 اور صحیح اعتقاد کو عملی جامہ نہ پہنایا جائے - اس وقت تک وہ خیال اور اعتقاد
 شیخ جلی کے منصوبوں کی طرح ہوائی سا ہوتا ہے - اور مجھدار لوگوں کے
 ہاں اس کی وقعت نہیں ہوتی - جیسے ایک لیڈر اور نمائندہ قوم کے
 خیالات کی وقعت اور قدر مونی چاہیے - اس لئے وقوع اور راستہ بننے
 کے لئے ضرورت ہے کہ دارھی نے مخالف اپنی دارھیوں کی طرح عورتوں کے
 سر کے بالوں کا بھی صفایا کر دیں - اور دنیا کے سامنے اس بات کا عملی ثبوت پیش
 کر دیں - کہ مردوں کی دارھیاں اور عورتوں سر کے بال دونوں کا تعلق دنیا

سے ہے۔ دین اسلام سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ دونوں کو ناخنوں کے اتروانے سے زیادہ اہمیت دینا سیدہ زہری ہے۔ دونوں مسواک اور پاکی کرنے کے برابر ہیں۔

واختسبرتا! وارھیاں جن کو آج بھی عورتیں اوبھے حضرت کی وارھیاں کہتے ہیں انگریزی ناخنوں اور ان کی زریات کے اعتقاد میں پاکی کے بالوں سے بھی زیادہ ملعون ہیں۔ کہ زریات بال پورا مہینہ مہینہ بلکہ زیادہ زینت افزائے بدن بستے ہیں۔ مگر وارھی دو روز تک بھی چہرہ پر نہیں رہ سکتی۔ تو کیوں نہ کہا جائے کہ جو نسبت ان لمحوں نے وارھی اور زریات کے بالوں میں پیدا کر رکھی ہے۔ وہی نسبت ان کے ماکل مشرب اور مبرز میں بھی ہے ملعون شے کا مقام بھی ملعون ہوتا ہے۔ ان بے دینوں کے چہرے اپنی مردود وارھیوں کے باعث نامقبول اور ملعون ہیں (مصرعہ)

گر حفظ مراتب نہ کنی زندیق
جو لوگ منہ مقدس میں فرق کرنے کی تمیز نہیں رکھتے۔ اور دونوں جگہوں کے بالوں کو ایک جیسا سمجھ کر جس کم جہاں پاک کی صورت میں مونڈھ کر پھینک دیتے ہیں۔ اور جن لوگوں کی وارھیاں پاکی کے بالوں کی طرح جوتیوں کے تلے غسل خاتوں میں یا کوٹے کوٹ کے ڈھیریوں پر ماری ماری پھرتی ہیں۔ کیا وہ لوگ بھی مسلمانوں کے لید اور نمائندے بن کر قوم مسلم کی نصیحت رجائی کر سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ یا مسلمانوں کے پیشوا بن کر ان کو مسجدوں میں نمازیں پڑھا سکتے ہیں۔ یا رہنماؤں کی حیثیت میں منبروں پر چڑھ کر ان کی حقیقی معنوں میں رہنمائی کر سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ (مصرعہ)

تو تو ڈوبے ہیں صنم تجھ کو بھی لے ڈوبیں گے
ان سب باتوں کے علاوہ جو کائنات آپ نے وارھی منڈانے کے باب میں بیان فرمائی ہیں۔ وہ سب کی سب عورتوں کے سر منڈانے کی تابعدار میں بھی بیان ہو سکتی ہیں۔ مثلاً تخت کل شعر جابنہ ہر ماں کے نیچے جابنہ ہے۔ تو جیسے آپ نے اور آپ کے ہمنواؤں نے جابنہ سے

بچنے کے لئے اپنی داڑھیاں منڈوا ڈالی ہیں۔ ٹھیک اسی طرح عورتوں کو بھی
نہی ایدیش دے سکتے ہیں۔ کہ چونکہ بالوں کے پوتے ہوتے خیانت سے چھپا
کسی حد تک معتد ہے لہذا تم عورتیں بھی بتقلید یا اسٹریٹن سر منڈوا دیا کرو۔
تاکہ خیانت کی طرف سے کسی قسم کا دغذغہ تمہیں دامنگیر نہ ہو۔

اگر ترکوں ایرانیوں کا منظر داڑھی منڈا ہوا اور وحی کو مشرق اور مغرب
تائید کرتا ہے۔ تو مصری ترنل ایرانی عورتوں کا سر کے بالوں کو تقلید یورپ
میں کانوں تک رکھنا بھی اس بات کو ثابت کرتا ہے۔ کہ عورتوں کو سر کے
بالوں کا رکھنا لازم نہیں۔ کٹائیں یا منڈائیں تو شرعاً قانوناً رواجاً مجرم اور
گنہگار نہیں ہونگی۔ تو داڑھیوں کی طرح آپ اس کو بھی مستہر کر دیں۔

اگر اخیر زمانہ کے دجالوں مکاروں اور علماء سوکا داڑھیوں کو بڑھانا
اس بات کی دلیل بن سکتی ہے۔ کہ داڑھیوں کو منڈا دیا کترا دیا جائے۔ تو
بدکار زانیہ رندوں کا سر کے بالوں کو روغن ہائے زلف وراز کے ذریعے
بڑھانا اور خوشبوئی تیلوں کے لگانے سے ان کو سانا۔ پھر بدعاش مردوں کے
سے ان کو دام تزویر بنانا بھی اس بات کی دلیل ہو سکتی ہے کہ عورتیں سروں کو
منڈوا دیا کوں تاکہ اخیر زمانہ کی بازاری لوا لیف اور خانگی عورتوں کی طرح
ان کے بال نہ چھال کٹے جائیں۔

نیز اگر کوئی ایف۔ اے۔ پاس۔ فیشن کی مشائق۔ نارمل سکول کی معلمہ
ہری بھری بتیم تقلید یورپ میں سر کے بالوں کو کٹا کر کانوں کی نو تک یا نو
سے بھی ڈور رکھا لیبے۔ اور اس کا پرہیزگار شوہر اور ابو گرو کے مولوی اور
سایا مسلم کو اس کو تقلید یورپ سے منع کریں۔ اور وہ اثبات مدعا میں اور
تقلید فرنگ میں یہ تینوں تا عیدات موصوف استلال میں پیش کرے جو ایسے
داڑھی منڈا نے کی تا سید میں ختم فرمائی ہیں تو یقیناً وہ بیدار منتر متوالی
سیکم آپ کے خیال اقدس میں حق بجانب ہوگی۔

تو جب دونوں طرف سے تبلیغ کا مسئلہ متساوی طور پر موجود ہے
پھر اگر آپ داڑھیوں کی طرح عورتوں کے سر کے بالوں کا غیر مشروع ہونا مستہر

کریں گے۔ اور واپس ہونے کی طرح عورتوں کے سروں کو منڈوا کر عملی نمونہ نہ دکھائیں گے۔
تو یقیناً طبقہ عقلاء کے نزدیک آپ ترجیح بلا مرجح کے ترکیب متصور ہونگے
اور ممکن ہے کہ کبھی مولوی عبدالحلیم شرر لکھنؤی کی طرح آپ کو بھی ایسے اسلام سوز اور
شرع توڑ مضامین لکھنے سے ایک دن بچھٹانا پڑے۔

مولوی عبدالحلیم شرر نے پردہ کے خلاف میں ایک کتاب لکھی تھی۔
جس میں آپ نے پُر زور دلائل سے ثابت کیا تھا۔ کہ عورتوں کو پردہ کرنا لازم
اور فرضی نہیں۔ بشریت میں پردے کا کوئی حکم نہیں۔ پردہ نہ فرض ہے
نہ واجب اور نہ سنت مؤکدہ۔ پیغمبروں کے سوا عامہ مسلمانین کیلئے پردے
کا حکم قرآن میں ہے اور نہ حدیث میں ہے۔

جب وہ کتاب چھپ کر صفحہ ہستی پر ارشام پذیر ہوئی۔ اور بیچروں اور
بیچروں نے اس کو سر آئینوں پر رکھ کر لبیک اور مر جاسے ملک شکاف کوٹ
لگائے۔ اور تصدیقات تفریحات اور رنگین ریویو لکھ کر اس کو اوج مقبولیت
ایک پہنچایا۔ تو آپ کی کتاب بقول محروف پیراں کے پردہ مریاں سے اُڑنے لگی
دنیوں کے راگ الاٹے اور لہروں کے گیت گانے سے دنیا کے ہر ایک
گوشے میں بھجی جانے لگی۔ مگر مولوی صاحب نے اپنی کتاب کو صفحہ و خط
عبارتوں ہی سے آراستہ ویراستہ کیا۔ اور میدانِ عمل میں استعمال کرنے
اور عملی جامہ پہنانے کی تکلیف گوارا نہ فرمائی۔ یعنی اپنے خیال کو قوت سے
فعل میں لانے کی سعی آپ سے صدور پذیر نہ ہوئی۔ یعنی اپنی تحریک مطابق
آپ نے اپنے پردے کو نہ بٹایا۔ بلکہ برخلاف اپنی تصنیف اور اعتقاد کے اپنی
ڈیوٹی بھی پڑنے کو بدستور سانی برقرار رکھا۔

جب لکھنؤ کے چھپنے کے مشینڈوں کو مولوی صاحب کے طرز عمل کا
علم ہوا۔ توجہ دیگر دیعاشوں اور ادبائشوں کے ساتھ ملکر یہ مشورہ کیا کہ شام
کو سڑا حوی کے لئے جب کبھی ہم لوگ حب معمولی باہر نکلا کریں۔ تو ہمارا پہلا
فرض یہ ہوا کرے۔ کہ تشریف آ مولوی عبدالحلیم شرر ناؤلسٹ کی ڈیوٹی میں ہے
ہو کر گذرا کریں۔ اس کے بعد جہاں کسی کام کی جاسے جائے۔ اور اگر مولوی صاحب

مذہب متکدر طبع ہوں۔ تو ان کو اپنا ٹریکیٹ اور پمفلٹ دکھا کر ٹھنڈا کر دیا کریں۔

خشب مشورہ جب یہ دس پارہ اہل اہل اور اجڑہ آدمی مولوی صاحب کے مکان میں بغیر از اطلاع جا گئے۔ اور پردہ نشین بہو بیٹیوں میں غیر محرم اجنبیوں کے دخول و ورود سے غیر سرسری کھلبلا سٹ سی بھی۔ تو مولوی صاحب اپنی نشستگاہ سے ننگے سر ننگے پاؤں دستار مبارک گھسیٹتے ہوئے سرنگھی کے عالم میں بھاگے ہوئے آئے۔ اور حقیقت حال سے واقف ہونے کے بعد جھنجھلا کر بولے۔ او بے حیاؤ! اندھے ہو۔ ڈیوڑھی نہیں دیکھی تھی۔ پردہ دار گھر میں بلا اطلاع اور بغیر از کہنے سنے چلے آئے ہو۔ شرم نہیں آتی۔ دخول چھتے نے شکر جواب دیا۔ کیا آپ نے اپنی کتاب میں نہیں لکھا۔ کہ پیغمبروں کے سوا عامہ مسلمان کے لئے پردہ نہ قرآن میں ہے اور نہ حدیث میں۔ مولوی صاحب نے اقرار کرتے ہوئے کہا۔ کہ ہاں میں نے لکھا ہے۔ اجنبیوں کے تمام حجت کے لئے مکدر دریافت کیا۔ کہ آپ پیغمبر ہیں؟ آپ نے فرمایا۔ نہیں اس پر اچلے آدمیوں نے ذرا للکار کر کہا۔ کہ جب آپ پیغمبر نہیں ہیں۔ تو آپ نے قرآن و حدیث کے خلاف اپنی ڈیوڑھی پردہ کیوں بٹا رکھا ہے۔ اپنی بہو بیٹیوں کے لئے پردہ۔ اور باقی مسلمان عورتوں کے لئے بے پردگی کا وعظ اور پردہ پھینڈا۔ یہ کہاں کی لپیڈری ہے۔

یا ایہا الذین امنوا کم تقولون مالا تفعلون ط کہو متقا عند اللہ ان تقولوا مالا تفعلون ط (ترجمہ) مسلمانو! ایسی بات کیوں کہ بیٹھا کرتے ہو جو تم کر کے نہیں دکھاتے۔ یہ بات اللہ کو سخت ناپسند ہے کہ کہو ب کچھ وعدہ کرو کچھ نہیں۔

سنئے! اپنی تحریر کے مطابق آج ہی اپنے پردے کو اڑا دو۔ اور ڈیوڑھی کو گرا دو۔ ورنہ ہم اسی طرح آئیں گے۔ اور ہمیشہ آپ کے دولت کدہ کو مفتدم تفریح جان کر حیند منبٹ مستورات میں ٹھہریں گے۔ یہ کیا مولویت ہے کہ ہماری عورتوں کے لئے بے پردگی کی اشاعت

کرتے ہو۔ اور اپنی بہو بیٹیوں کو پرے میں رکھتے ہو۔ پر وہ کی اہمیت اس طرح نہیں گھٹتی۔ اگر پر وہ کی فرقیّت اور اہمیت گھٹانے کی آپ نے ٹھکان لی ہے تو ان مستورات کو بازار میں کر نکلو۔ پہلے دیکھو۔ پھر دکھاؤ۔ ورنہ یہ صاف ترجیح بلامرجہ ہے۔ جو شعار جہلاد ہونے کے باعث عقلمندوں کے نزدیک مایوس العیوب ہے۔

مولوی صاحب کو لکھنؤ کے شہدوں کے ساتھ واسطہ پڑ گیا۔ جو حقیقت میں حق بجانب تھے۔ ان کی ناگفتہ بہ گفتگو سے مولوی صاحب کے رخ اور پر ایک رنگ آنا ایک جاتا۔ مہوت سے ہو کر رہ گئے۔ سخت جھینپا پڑا۔ دل میں نام بھی ہوئے اور متاسف بھی۔ کہ قرآن مجید کا خلاف کرنے سے مجھے آج یہ روئید و دیکھنا نصیب ہوا ہے معلوم نہیں پچھنے کے بعد آپ نے اپنی کتاب کے غلط ہونے کا اعلان کیا یا کیا کیا۔

اسی طرح ایک جھنگ نوش زمیندار کو میں نے جھنگ پینے سے منع کیا اور کہا۔ کہ شریعت محمدیہ میں جھنگ بننا حرام ہے۔ جھنگ بننا اور سگی ماں کے ساتھ بد فعلی کرنا دونوں کا گناہ برابر ہے۔ زمیندار جھنگی نے شکر جواب دیا کہ حکیم صاحب۔ افسوس تو اس بات کا ہے۔ کہ آپ نے پی ہی نہیں پیتے تو یقیناً ہے۔ کہ آپ اس کے پینے والوں کو معذور سمجھ کر اس طرح محل لعن اور مورد طعن نہ بناتے۔ ایمان سے کہتا ہوں کہ جھنگ پینے کے بعد مجھے ایک ایسا کیف حاصل ہوتا ہے۔ کہ میں دم بخود ہو کر رہ جاتا ہوں۔ دنیا و مافیہا سے مجتنب ہو کر صرف ایک اللہ کی طرف میری توجہ منعطف ہو جاتی ہے۔ اسرار الہی کا فیضان اور انوار خداوندی کا نزول میرے دل پر شروع ہو جاتا ہے پھر نگاہِ ملک کے مقام میں پہنچ کر تھوڑی دیر کے بعد میں کچھ کا کچھ ہو جاتا ہوں۔ یہ ایسی کیفیت نہیں کہ مرض بیان میں آ سکے۔

میں نے کہا۔ بلکہ صاحب! جب جھنگ ایسی عمدہ چیز ہے۔ تو اسے اپنے باقی کنبے کو کیوں اس نعمت غیر مستحب سے محروم رکھا ہوا ہے۔ ماں کے حقوق اولاد پر جو ہوتے ہیں۔ وہ آپ جیسے ذی فہم انسان سے مخفی نہیں ہیں۔

اس بڑے عیال کو بد گھونٹ پلا کر کیوں مقام بگاڑتے ہیں نہیں پہنچا دیتے۔
 تیز رفتاری و شوئی کے تعلقات بھی اس بات کے متقاضی ہیں کہ جناب صاحب
 صاحب کو بھی وصال الہی جیسی ارفع نعمت سے شاداب کیا جائے۔ دہر سیریل
 اور نواسی پوتیل کے حقوق بھی انہیں ملے جس میں جب ان کی خوراک پوشاک
 کا اہتمام آپ اپنے فمے لئے ہوئے ہیں۔ تو اس کی عاقبت بالآخر کا فکری بھی
 آپ ہی کو چاہئے۔ اہل و عیال کے حق میں بخل اچھا نہیں۔ یہ جامِ خدا
 ان کو بھی پلا کر دیں۔ اور مقام و حرمت میں پہنچا کر ان کو بھی اپنی طرح
 حذر سپاہ بنائیں۔ ماں باپ اور بال بچوں کو محروم کر کے خود اپنی نعمت
 کے منہ کو ٹوٹا خلافِ مروت ہے۔ بلکہ اگر بھتیگوں کے پیچھے میں نے جا کر
 پلٹیں گے۔ جیسے آپ وہاں جا کر پیتے ہیں۔ تو گھر کی نسبت وہاں دگلا
 فائدہ ہوگا۔ ایک تو مقام مقدس کہ خدا نما لائی کی جائے استعمال ہے۔ دوسرے
 سنا عطر کا دور۔ تیسرا حذر سپاہ بھتیگوں کا جگھٹا۔ چوتھا انوار الہی کا
 نزول۔

ملک صاحب سبکدال پیلے ٹو ہو گئے۔ مگر آپ سے کوئی معقول
 بات نہیں چڑھی۔ لہٰذا نہ ہی کوئی تسلی بخش جواب دے سکے۔
 انور مولوی صاحب اور بھنگی صاحب کو یہ سب خراجاں کیوں ملتی
 ہیں، بعض اس لئے کہ دونوں نے ترجمہ و ترجمہ کا ارتکاب کیا تھا۔ اور
 ایسے خیالی اعتقاد کو عملی جامہ پہنانے کی تکلیف گوارا نہ فرمائی تھی۔ اگر ایسے
 اور غریب خیال کو عملی لباس میں پیش کرتے۔ تو اس طرح رسوائی اور ذلت کا
 سامنا آپ کو نہ ہوتا۔ فقط۔ (باقی جاریہ)

کتب نیاز الہی حکیم محمد قطب الدین سندھ و عمرہ و قمرہ قمرہ کا ترجمہ

سلکِ جواہر

(از نصائح امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ)

۱۔ عمل سے ثواب اور بدلہ حاصل ہونا ہے۔ نہ کہ کاہلی اور سستی سے۔
حسنِ عمل سے علم کا ثمر ملتا ہے نہ کہ اچھی باتوں سے۔ اور عمل سے جنت
جہ ہے۔ نہ کہ صوفی اُردو گوشتے سے۔

۲۔ احسان سے لوگوں کے دل قابو میں آجاتے اور سخاوت عیب
چھپ جاتی ہے۔

۳۔ انسان اپنی بُری عادتوں پر غالب آنے سے بلند مارج پر پہنچ
سکتا ہے۔ اور اعمالِ صالحہ سے دجالت بلند ہوتے ہیں۔

۴۔ نرمی کے ساتھ پیش آنے سے تمام کاموں کا انتظام ٹھیک ہو
جاتا ہے۔ اور مصائب کے پیش اور محصیت سے دوزخ گمراہوں
کے لئے تیار کی جاتی ہے۔

۵۔ خدا تعالیٰ کے اپنے بندوں کے نصیب اور حصے مقرر کرنے
سے جہان کا انتظام قائم اور اہل دنیا کے لئے دنیا کے لئے
حاصل ہیں۔

۶۔ سچائی اور وفاداری سے موتِ کمال کو پہنچتی ہے۔
۷۔ نرمی سے دشوار کام آسان اور آہستگی سے ہر قسم اسباب سہل
ہو جاتے ہیں۔

۸۔ بردباری اور تحصیل کرنے سے لوگ تیرے معاون مددگار ہو جائیں گے۔
عاجزوں کی مدد کرنے سے خدا تعالیٰ کے عذاب سے تیرے لئے
قلعہ اور پناہ ہو جائیگی۔

۹۔ قاصدوں کی عقل اور ادب سے اُن کے بھیجے والے کی عقل کا پتہ

جلتا ہے۔ کشادہ پیشانی اور خندہ روی سے احسان اور مال خرچ کرنا ٹھکانے لگتا ہے۔

۱۰- دنیا کی محبت اختیار کرنے سے بے نیکیوں کا انجام حجاب ہوا۔

۱۱- بلند سی مرتب کے مطابق مصائب کی تکلیف محسوس ہوتی ہے۔

۱۲- تقویٰ کے ساتھ عصمت (گناہوں سے محفوظ رہنا) مقرون ہو کر اور لوگوں کے گناہ معاف کرنے سے خدا تعالیٰ کی رحمت نازل ہوتی ہے۔

۱۳- عقل سے نفس کا کمال ہے۔ اور مجاہدے سے اس کی اصلاح (درستی) حاصل ہوتی ہے۔

۱۴- عقل سے تمام کاموں کی درستی ہو سکتی ہے۔ اور جہالت سے ہر ایک طرح کی گمراہی پیدا ہوتی ہے۔

۱۵- فکر سے تمام کاموں کی تاریکی دور ہوتی اور ایمان سے انسان سعادت کی چوٹی اور اعلیٰ درجے کی خوشی پہنچتا ہے۔

۱۶- توبہ سے بُرائیاں دور ہوتی اور ایمان سے نیک عملوں کا نتیجہ جلتا ہے۔

۱۷- طاعت سے اقبال یا اور اور مددگار ہوتا ہے۔ اور تقویٰ سے نیک اعمال بڑھتے ہیں۔

۱۸- ادب سے عقلمندوں کی طبیعت تیز ہوتی ہے اور پرمہر گارجی مومن پاک و صاف ہو جاتے ہیں۔

۱۹- نرمی کرنے سے مطالب حاصل ہوتے اور مال خرچ کرنے سے لوگ بہت سی توفیقیں کرتے ہیں۔

۲۰- احسان سے لوگوں کے دل قابو میں آ جاتے اور فضل و کرم کرنے سے سب عیب چھپ جاتے ہیں۔

منظ

(از غلام دستگیر خان صاحب بنحو جالندری)

<p>بہ خلوتے کہ صبا را مجال سخن نیست رموز عشق سلیمان بہ موز تو ان گفت بہیں بہ خلوت خواب مرا کہ من واعظ</p>	<p>حدیث شوق زبوں نگاہ میگویم رسدہ بر سر دار بہ ماہ میگویم نہ از تختہ نورس بہ آہ میگویم</p>
---	--

<p>اے شاہ حسن بچے ز گیسو بہ ما رساں درد لیت درد عشق علاجش صباں تو اس گوش را مجال سماعت کجا صبا گفتی رسد بہ خلوت باز مغبان تو</p>	<p>برے زکوۃ حسن بچے گدا رساں ایں درد را گرفتہ بہ نزد دوا رساں سخن ز آشنا بہ دل آشت رساں جائے کہ نالہ میرسد آنجا رساں</p>
--	--

بہ خود کجا و قصہ دار در سن کجا !!
اں درد ز درد بہ لطف و عطا رساں

<p>اے حسن دلہ الی ز جمال تو روایتیے تازہ ز بونے غنائہ اش ایمان کفریم معمور عالے ز جمال تو لے جمیل آفر بہت پرستی خود بہن حمد تو صد نالہ کرد خندہ بیں بہ روئے تو خواب چو بی محل دل باز کردہ اند</p>	<p>آئین دل ہاں ز چشمت کسایتیے دارد نہ زلف تو ہر سو حکایتیے گل ریز شد بہ جملہ اعیان عنایتیے گمراہ را ز لطف تو برسد ہدایتیے گل را ز گل فریبی تو ہم شکایتیے دارد جفا لے قیس کش آخر نہایتیے</p>
---	---

بے سایہ سایہ گستر مستان بر آندی
لے پروہ دار کسوت بے خود بہ غایتیے

اسلام

میں فرقہ بندی کی ابتدا

(از مولانا سید نذیر الحق صاحب میٹھی)

اسلام ایک سیدھا سادہ مذہب تھا جس کی بنیاد یقین اور فطرتی ذوق پر تھی۔ اور جس میں اختلافات و تناقضات کی منطق گنجائش نہ تھی۔ کیونکہ اسلامی تعلیمات کا مصدر اور منبع قرآن کریم ہے۔ اور قرآن کریم نے جس قدر عقائد اصول اور ارکان پیش کئے ہیں۔ ان میں سے کوئی امر بھی ایسا نہیں۔ جس میں زبردستی اور محکم ہو۔ اور شک و شبہ یا اختلاف کا پہلو نکلتا ہو۔ اگر انسان کا آئینہ دل زنگ و کدورت سے پاک ہو۔ اور جو کچھ حق کا جذبہ صادق ہو۔ تو اسلامی تعلیمات کو دیکھ کر اس کا ضمیر لول اٹھیں گا کہ خدا جو الحق۔ اسلام میں کوئی چیز ایسی نہیں مل سکتی۔ جو انسانی فطرت کے خلاف ہو۔ اسلامی عقائد انسان کی فطرت میں پہلے ہی سے منقوش ہیں حضور علیہ التحیۃ والسلام کا ارشاد ہے کہ ہر بچہ اپنی فطرت پر پیدا ہوتا ہے۔ پھر اس کے والدین اس پر یودی یا نصرانی بناتی ہیں۔ اگر کسی انسانی بچہ کو ایسی سوسائٹی میں پرورش کیا جائے۔ جہاں وہ مذاہب عالم میں سے کسی مذہب کا مخالف یا موافق اثر قبول نہ کر سکے۔ تو یقیناً اس بچہ کا طبعی رجحان دین اسلام کی طرف ہوگا۔ اور اس کا دل اسلامی تعلیمات کو خود بخود جذب کر لے گا۔

چونکہ دین اسلام ایک فطرتی مذہب ہے۔ اور اس کا ہر حکم سوئی سوئی فطرت کو جگانے والا اور آئینہ فطرت و لوح دل کو آلائشوں اور کمذرتوں سے پاک کرنے والا ہے۔ اسلئے حضرت حق جل علی شانہ نے اس کلامِ بلاغت نظام یعنی قرآن کریم کا نام بھی ذکر رکھا ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہے۔
 قوله تعالیٰ هذا ذکر مبادئ یعنی یہ قرآن جو بچہ انسان کی فطرت اور صحیفہ قدرت میں بھرا پڑا ہے۔ اس کو یاد دلاتا ہے۔ نیز قرآن کریم اپنے اندر

دلوں کو روشن کرنے کی ایک روحانی خاصیت بھی رکھتا ہے۔ وہ اپنے اندر ایک چمکتا ہوا نور رکھتا ہے جس کی ضیا باریاں عالم کو منور کئے ہوئے ہیں اور بلاشبہ قرآن کا حکم علم الیقین تک پہنچاتا ہے۔ جیسے انسانی فطرت اور صحیفہ قدرت میں اختلاف نہیں۔ اور نہ ہو سکتا ہے۔ اسی طرح اسلام کی تعلیم میں اختلاف کی گنجائش نہیں۔ اور نہ ہو سکتا ہے۔

اسلام میں اختلاف کے بانی

اسلام کی تعلیم نہایت آسان اور زود فہم ہے۔ جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ہے لیکن عرب کے ساتھ انجمن کی آویزش عجیبوں کی تفرقہ اندازانہ دشمنیت و عصبیت اور انفرادیت اور دنیاوی جاہ و جلال نے اسلام میں نئے فرتے پیدا کر کے اسلام کی اخوت و موثت کو پارہ پارہ کر دیا۔ جس کا غمناکہ آج مسلمان اس صورت میں بھگت رہے ہیں۔ کہ ان کی زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں۔ جو تنزل و انحطاط کے زیر اثر نہ آچکا ہو۔ ان کے جتنے حالات و واقعات ہیں۔ اور جتنے معاملات ہیں۔ سب کے سب بدترین اور ناقابل اظہار صورت میں ہیں۔ اور اجتماعی حیات فنا ہو جانے کی وجہ سے ناگفتہ بہ کیفیت میں ہیں۔

الغرض عرب کی خانہ جنگی جسکو بایں اسپرٹ و قرقہ بندی اور عصبیت و انفرادیت پہلے ہی اسلامی عقاید کی سموار سطح کے لئے سامان تلام غفے کی صلاحیت رکھتی تھی۔ اور آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت پناہی کے مطابق حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت رنگ لائے کے لئے بغیر تھی۔ اور جذبہ افتراق و اختلاف کو نفاق پسند طبیعتوں کی ضرورت تھی اس پر عجم کے اتحاد نے اور غضب کر دیا۔ ان کی نفاق انگیزی اور فرقہ پرستی نے دامن اسلام کے لئے مفرض کا کام دیا۔ کیونکہ عجمی مسلمانوں میں اسلامی تعلیم کا کما حقہ اثر نہیں ہوا تھا۔ اور قرآن کریم نے ان کی عقل اور قلوب کو کافی طور پر مسخر کر کے تسلیم و رضا کا کوئی کامیاب اثر نہیں کیا تھا۔ اس لئے

قرآن مقدس کی تعلیم ساز اور کلام الہی کی دعوت اتحاد و جمعیت ان کے کانوں کے لئے ایک ناموس صدا تھی جس پر وہ اپنے جذبات و تخیلات قربان نہیں کر سکتے تھے۔ اس لئے ان کے غیر اسلامی تخیل - حد اعتدال سے زیادہ نکتہ چینی اور موٹگانی اور عرب عجم کی باہمی رقابت نے اسلام کو اپنی صلی حالت پر نہیں رہنے دیا۔ یہی وجہ ہے کہ مذہب تشیع عجم میں زیادہ مقبول ہوا کیونکہ شیعہ معتقدات اہل عجم کے تخیلات کے مطابق اور ان کی طبائع کے لئے سازگار تھے۔

چونکہ اسلام میں فرقہ بندی کے بانی اول اہل عجم ہیں لہذا اس کے ثبوت میں حسب ذیل امور قابل غور ہیں۔ اہل عرب کا ایمان زیادہ تر تصدیقی یعنی ذوقی اور فطرتی تھا۔ اس لئے ان کو زیادہ چھان بین - نکتہ چینی اور موٹگانی سے چننا سرکار نہ تھا۔ بلکہ خدا اور اس کے رسول کے حکم کے سامنے تسلیم خم کرتے۔ اور شک و شبہ و چون و چرا سے محترز رہنے کو وہ مومن ہونے کا ادلیں فرض سمجھتے تھے۔ تفویض و تسلیم ان کا شعار خصوصی تھا۔ وہ بل یدایہ مبسو ططان۔ الیہ یصعد الکلمہ اور ثم استوی علی العرش وغیرہ آیات متشابہات کی دن و رات تلاوت کرتے تھے۔ اور فلسفیانہ و دقیقہ سمجھوں اور دید و علو کے نفی اثبات کی فضول بحثوں میں مجھے بنیر ان آیات کا وہی سیدھا سادھا مطلب سمجھ لیتے تھے۔ جو عربی و ان مسلمان ان کے ظاہری الفاظ سے غور و فکر کے بعد سمجھ سکتا ہے۔

چونکہ صدر اول تک عربی مسلمانوں کا بے لاگ ذوق خارجی اثرات سے متاثر نہیں ہوا تھا۔ اور وہ قرآن مقدس کو خود قرآن ہی سے سمجھنے کی کوشش کرتے تھے۔ لہذا اصحابائے کرام کے مبارک زمانہ تک اسلامی عقائد کی سطح ہموار اور غیر متحرک رہی۔ اسلامی تعلیم کو اپنی سادگی اور اصلیت پر قائم و برقرار رکھا۔ لیکن جب اسلام کی آغوش تربیت میں عجمی مسلمان آئے۔ جو فطرتاً دقیقہ رس اور کج فہم واقع ہوئے تھے۔ اور جن کا ایمان تحقیق و تدقیق

اور کچھ بحثوں کا نتیجہ تھا۔ انہوں نے اسلامی عقائد کے پاک و صاف چہرے کو
مکمل اور اسلامی عقائد کو اپنی عقلوں کے سانچوں میں ڈھال لیا۔
قرآن حکیم عربی زبان میں نازل ہوا تھا جس کو اہل عرب ہی اچھی طرح
سمجھ سکتے تھے۔ کیونکہ وہ عربی انداز اور محاورات اور معانی و طریقہ بیان سے
مخوبی واقف تھے۔ لہذا عربی مسلمان ہی تبلیغ اسلام کے اہل اور حقیقت اسلام
کے حامی ہو سکتے تھے۔ جیسا کہ سورہ غل میں ہے۔
وَلَقَدْ عَلِمَهُ لَمْ يَعْلَمُوا إِنَّمَا يُعَلِّمُهُ بَشَرٌ لِّسَانُ الَّذِي
يُلْحِدُنَ إِلَيْهِ أُعْجِبُوا هَذَا الْبَشَرَ إِنَّ بَشَرًا عِندَ رَبِّهِمْ لَفِي شَكٍّ مِّنْ أَن يَّحْكُمَ
(ترجمہ) اور ہم کو معلوم ہے وہ کہتے ہیں کہ اس کو کوئی عجمی شخص لکھانا
ہے۔ حالانکہ یہ صاف اور سیدھی سادہی عربی زبان ہے۔

عجم والوں کی چونکہ عربی زبان نہ تھی۔ اسلئے ان کے لئے قرآن حکیم
کے اسرار و غوامض کا سمجھنا بھی ذرا مشکل تھا۔ جیسا کہ ارشادِ تبارک و تعالیٰ ہے۔
وَلَوْ جَعَلْنَاهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا لَقَالُوا أَآيَاتُ الْفُجُورِ أَمْ آيَاتُ الْبِرِّ أَتَأْتِينَا الْقُرْآنَ بِالْغَرِيبِ
فَلَوْ هُوَ الْغَرِيبُ أَتَأْتُونَهُ حُذًى وَشَفَاءً ط

(ترجمہ) اور اگر کرتے ہم اس کو قرآن عربی زبان کا البتہ کہتے کیوں نہ
جدا جدا بیگشیں آیتیں اس کی۔ کیا عجمی بولی اور عربی لوگ کہہ سکتے واسطے ان
لوگوں کے جو ایمان لائے ہدایت اور شفاء ہے۔

مسلمانوں کا ذہنی انقلاب

جبکہ مسلمانوں کا یہ ناقابلِ تفسیر عقیدہ ہے کہ قرآن پاک خدا کے
قدوس کا کلام ہے۔ اور یہ بھی مسلم ہے کہ فعلِ التحکیم لا یخلو اعنی الحکمة
ایسی حالت میں طلبکارانِ ہدایت اور متلاشیانِ فوز و فلاح کا فرض تھا۔
کہ وہ اللہ پاک کی اس ہدایتِ نمائی اور ذرہ نوازی کا شکر کرتے ہوئے
خدا کے حکیم و بصیر کے بر حکم کے سامنے سر تسلیم خم کر دیتے۔ احکامِ الہی کے
اسرار و غوامض کا اعتراف کرتے ہوئے اپنی عقل کی نارسائی اور

کو تاہم بھی کا اقرار کرتے۔ قرآن پاک کی انہیں یہ کدو کاوش اور تعمق و تہنط سے ضرور کام لیتے جس کے وہ مکلف تھے۔ علیٰ تڑپ اور اندھا دھند ہمیل و تقلید کو مقدم کر کے قریم کی ناجائز محنت چینیوں اور منطق و فلسفہ کی نامرادیوں سے احتراز کرتے۔ جیسا کہ صحابہ کرام کے مبارک زمانہ میں ہوا۔

اُن سعید الفطرت۔ پاک طینت اور پاکباز انسانوں نے تعین احکام کو ہر حالت میں مقدم رکھا۔ اور اسرار و حکم کو خدا کے حوالے کیا۔ ان کا یہ تفویض و تسلیم کچھ اس لئے نہ تھا۔ کہ وہ مسلمانوں کو جامہ پستی کی طرف لے جانا چاہتے تھے۔ یا اس قدر فہیم و ذکی نہ تھے۔ کہ حقیقت حال کے لئے زیادہ چھان بین کرتے۔ نہیں ہرگز نہیں۔ بلکہ وہ تو زمانہ مابعد کے منطقیوں اور فلسفیوں سے زیادہ دقیقہ رس اور حقیقت شناس واقع ہوئے تھے۔

صحابہ کا علم اور دانائی

صحابہ کرام کا دل اسلام کا انجشاٹو اور اُن کا دماغ اسلامی ذہنیت کا بنایا ہوا تھا۔ اُن کتاب رسالت کی شعاعوں۔ داعی اسلام کے تزکیہ و تربیت اور درس کتاب حکمت نے ان کے اندر ایک ایسی روشنی اور صلح مزاج پیدا کر دیا تھا۔ کہ ان کی دُور رس نگاہیں شاید معانی کو نہر حجابوں سے کھینچ لاتی تھیں۔ اور اگر کوئی چیز حقیقت و دانائی سے ذرا بھی مٹی ہوئی ہوتی تھی۔ تو فوراً کھٹک جاتی تھی۔ ان کی دانائی سب سے زیادہ گہری تھی۔ ان کے دل سب سے زیادہ پاک تھے۔ ان کی طبیعتیں آبِ ہدایت سے دھلی ہوئی تھیں۔ اور وہ حکمت و سنت کے سب سے زیادہ محرم اسرار تھے۔ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ نے کیا خوب فرمایا ہے

اولہ ناک اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ کالوا افضل هذه الامۃ۔ ابوہا قلوباً واعماقہا علماً۔ واقلاہا کلفاً۔ اختارہم اللہ لصحبۃ نبیہ ولا قامۃ دینیہ۔

یعنی اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمام امت سے افضل۔ پاکباز۔

نیک شخصیت۔ عمیق علم اور سادگی پسند تھے۔ اللہ پاک نے ان کو نبی اکرم
 صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اور امانت دین کے لئے منتخب فرمایا تھا۔
 اگر آج کوئی غیر مسلم مسلمانوں کا موجودہ تشدد و افتراق اور ہنگامہ آرائی
 سے گھبرا کر پوچھے۔ کہ اصل اسلام کون سا ہے تو کہا جاسکتا ہے۔ کہ جو حضور
 اور صحابہ کے زمانے میں تھا۔ داعی اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ
 عین حقیقی اسلام جلوہ گر تھا۔ اور صحابہ کا زمانہ اسلام کی صحیح تصویر اور عملی
 نمونہ تھا۔ جو آج ابھی ارباب بصیرت کے لئے ویسا ہی بے نقاب ہے
 جیسا کہ صدر اول میں تھا۔

افسوس کہ آج ہم اسلام کے صدر اول کا دماغ اور روح دونوں
 کھو چکے۔ صحابہ کرام کے صرف منقولی کارنامے تو یاد ہیں۔ اور شب و روز
 مطالعہ میں ہیں لیکن ان کے معقولی اور علم و دانائی کے کارنامے فراموش
 کر چکے ہیں وجہ ہے۔ کہ ہم اسلام کے الفاظ اور جسم کے پرستار اور حامل ہیں۔
 جس کی وجہ سے افتراق کی قیامتیں برپا ہیں۔ عالم اسلام میں زیادہ
 نزہت کے ہی عاشق ہیں۔ اور محالی کے پرستار تھوڑے ہیں۔
 باوجود اس کے کہ صحابہ سب سے زیادہ نکتہ رسی حقیقت شناس اور
 فہم و ذکی واقع ہوئے تھے۔ لیکن ان کے دور میں کہیں نظر نہیں آتا۔
 کہ ان کی دقیقہ رسی اور جائز نکتہ چینی نے اسلام کی ٹکڑیوں کی ہوا اور
 اُمت کو افتراق کی بھیٹی میں جھونکا ہو۔ وہ قرآن کریم میں وہ تمام آیات
 تلاوت کرتے تھے۔ جن میں خدا کے اوصاف کا ذکر ہے۔ اور جن کا
 تعلق اعتقاد سے ہے۔ لیکن الفاظ قرآنی پر ایمان رکھتے تھے۔ اور حقیقت
 حال خدا پر چھوڑتے تھے۔ و فرج و زکوٰۃ اور صوم و صلوة وغیرہ احکام
 اسلامی کے مسائل تو پوچھتے تھے۔ مگر صفات الہیہ جن میں تحقق اور
 غلو کرنے کی وجہ سے اسلام میں کئی فرقے بن گئے۔ ان میں سکوت
 کرنے کو اولیٰ سمجھتے تھے۔ انہوں نے قرآن شریف کو حضور اکرم صلی اللہ
 علیہ وسلم کی زبان سے سنا۔ اور وہی سمجھا جو حضور نے سمجھا۔ احکام حلال و حرام

وغیرہ کی خوب جھان بین کی۔ مگر صفات الہیہ میں سکوت اختیار کیا۔
 غرض صحابائے کرام نے قرآن کے فہم و تدوین میں قرآنی طریقہ اختیار کیا اور
 غیر قرآنی اور وضعی طریقہ سے اجتناب کر کے اسلام کو اپنی سادگی اور فطرت
 بقائم رکھا۔ اور اسلام کو اپنے زمانے تک فرقہ بندی کی وباء سے محفوظ رکھا۔
 صحابہ کا زمانہ گزرنے کے بعد جوں جوں وضعیت اور تعقید کا انہماک بڑھتا
 گیا۔ فطرت اور ذوق و فہم کی استعداد کم ہوتی گئی۔ بہانہ تک کہ دماغ اس درجہ
 کاوش پسند اور وضعی طریقہ کا پابند ہو گیا۔ کہ کسی اہم اور عظیم بات کو اس کی اصلی
 سادہ اور سہل صورت میں سمجھنا ہی محال ہو گیا۔ یہ صورت حال نہ صرف قرآن کو
 پیش آئی بلکہ دیگر کتب سماویہ کی تخریف کا باعث ہی انہماک اور غلو ہوا جبکہ
 ثبوت آج مسلمان اپنے طریقہ عمل سے دے رہے ہیں۔ یہ کاوش پسندی
 اور نکتہ چینی جس آج مسلمان دوچار ہیں۔ اس کے متعلق حضور نے فرمایا تھا۔
 کہ ہلاکت ہی راہوں میں سے ایک راہ تعقید اور تنطع بھی ہے۔ اگر قرآن
 کریم کی حفاظت کا خدا نے ذمہ لیا نہ ہوتا۔ تو یقیناً مسلمان قرآن کو بھی
 تبدیل کر دیتے۔ اور اس کا بھی وہی حشر ہوتا۔ جو دیگر کتب سماویہ کا ہوا۔
 لیکن وہ تو خیر یہ ہوئی کہ خدائے حکیم و بصیر نے کوئی راہ ایسی نہیں رکھی۔
 جس میں کسی فتنہ جو اور کج فہم کو دست اندازی کا موقع ملے۔
 غرض صحابہ کے زمانہ تک اسلام اپنی اصلی حالت میں رہا۔ لیکن
 اول کے بعد طبیعت جس جدت پسند ہوتی گئیں۔ قرآن کریم کے فہم و تدوین کی
 راہیں مختلف ہوتی گئیں۔ قرآن کا اسلوب بیان۔ ترکیب۔ دلائل و
 براہین اور مواضع و حکم کو عقلی ساچوں میں ڈھال لیا گیا۔ اور اسلامی تعلیم
 کو حقیقتاً اور عقدہ الاخیل بنا لیا گیا۔ حتیٰ کہ آج اسلام کی حقیقت
 اور اصلیت تک پہنچنا ہی دشوار تر بنا لیا گیا۔

کیسا ظلم اور ستم ہے کہ وہ قرآن جو اپنے سہل اور زود فہم ہونے کا
 اعلان کرتا ہے۔ اپنے مطالب کے کھلے اور دلنشین ہونے کا اقرار کرتا
 ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہے فَاَمَّا السِّيرَةُ بَلَسَانُكَ لِبَشَرِهِ الْمُتَقِينَ۔

یعنی ہم نے قرآن تمہاری زبان میں سہل کر دیا تاکہ متقی طبیعتوں کیلئے اس میں ہدایت کی بشارت ہو۔

ایسے صاف اور صریح کلام میں اشکال پیدا کئے جائیں اور اس کے الفاظ کو اُن عام اور معروف معانی کے علاوہ کوئی دوسرا مفہوم رکھنے کا لغو دعویٰ کیا جائے۔ جو صدرِ اول میں سمجھے جاتے تھے۔

صدرِ اول تک چونکہ مسلمانوں کا فوقِ خارجی اثرات سے متاثر نہیں ہوا تھا۔ اسلئے قرآنی الفاظ اپنے لغوی معانوں میں قائم رہے۔ لیکن یہ زمانہ گزرنے بعد جب دیگر علوم معقول میں زیادہ انہماک ہوا۔ تو علومِ عقلیہ کے دلدادوں نے قرآن کو آہستہ آہستہ منطقی و فلسفی جامہ پہنا دیا۔ اور اس کے تمام احکام کو منطق و فلسفہ کی تعریفیات و حدود سے تنقید کر کے عقلی عنیب سے دیکھا جانے لگا۔

عربی مدارس میں جو نصابِ تعلیم آج کل مروج ہے۔ وہ مذکورہ بالا بیابان کا ایک کھلا اور زندہ ثبوت ہے۔ ان مدارس میں تمام وقت منطق اور فلسفہ قدیم کی بیشمار کتابوں کے مطالعہ میں ضائع کر دیا جاتا ہے۔ اور ان کی تمام دماغی و ذہنی صلاحیتیں علومِ عقلیہ کی نامراد یوں اور کج بخشوں میں برباد کر دی جاتی ہیں۔ وہ فارغ التحصیل ہونے کے بعد ایک اعلیٰ درجہ کے مقرر، مناظر اور منطقی تو ہو جاتے ہیں۔ لیکن ان کا دل اور دماغ اسلامی ذہنیت کے قالب میں نہیں ڈھلتا۔ ان کے جذبات و تخیلات کتاب و سنت سے حیدر اثر پذیر نہیں ہوتے۔ باوجود ایک طویل مدت صرف کرنے کے حقیقی اسلام بھی ان کی زندگیوں میں جلوہ گر نہیں ہوتا۔ اور وہ اپنی تعلیم کا غلط استعمال فرقہ بندی کی صورت میں کرتے دیکھتے ہیں۔ کیونکہ وہ قرآن حکیم کی تعلیمات سے نابلد ہوتے ہیں۔ جو مسلمانوں کی دینی و دنیاوی رفعتوں کا رامنہاں اور ضرورتوں کا حقیقی کفیل ہے۔ دینی درس گاہوں میں قرآن کی تعلیم و تعلیم کا کوئی خاص اہتمام نہیں کیا جاتا۔ اور ان میں فہم و تدبر کا ملکہ نہیں پیدا کیا جاتا۔ آج اگر مسلمان تنزل و انحطاط کی گہرائیوں

میں پڑے اپنی موت کے دن پوئے کر رہے ہیں۔ تو اس کی وجہ صرف یہ ہے۔ کہ مسلمان قرآن کی تفہیم و تعمیل سے دور ہیں۔ یہی فقدانِ عمل اور عدم تدریسِ بالقرآن تمام خرابیوں اور زلزلوں کی جڑ ہے۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ

ممکن ہے کہ کوئی صاحبِ میری اس تحریر کا یہ مطلب سمجھیں۔ کہ میں مسلمانوں کو قدامت پسندی۔ تقلیدِ جامد اور اندھا دھند تعمیل کی طرف لیجا رہا ہوں۔ اور میں علومِ عقلیہ سے احتراز کرنا چاہئے۔ لہذا اس شبہ کے ازالہ کیلئے عرض ہے۔ کہ اس میں شک نہیں۔ کہ اسلام نے آزادیِ فکر و اجتہاد کی تعلیم دی ہے۔ اور اپنے متبعین میں فہم و تدبر کا مادہ پیدا کرنا ہے۔ قرآنِ کریم کا کوئی صفو ایسا نہیں جس میں ہمیں تدبر و اعتقل پر نہ ابھارا ہو۔ لیکن ساتھ ہی اسلام نے اس آزادیِ فکر و اجتہاد کو چند شرائط سے بھی تو مقید کیا ہے۔ اس آزادی کے ہرگز یہ معنی نہیں کہ ہم اس سے ناجائز فائدہ اٹھا کر قرآن کے اصلی مفہوم کو بدل دیں۔ دینِ اسلام کو دینِ افلاطون بنالیں۔ اور اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیں جائیں۔ اس آزادی سے صرف اتنا ہی فائدہ اٹھایا جائے۔ جتنا صحابہؓ نے اٹھایا۔ اگر ہم ان جیسی دامائی اور کتہ چینی سیکھ لیں۔ تو سچانِ اسلام آج ہی مسلمانوں کی کایا پلٹ ہو جائے۔ اور عالمِ اسلام کا نقشہ بدل جائے۔ غرض تحقیق و تدقیق اور چھان بین کا معیار اتنا ہی بلند ہونا چاہیے۔ جتنا کہ صدرِ اول میں تھا۔

اختلاف کی بنیاد اگرچہ صحابہؓ کے آخر زمانہ میں رکھی جا چکی تھی۔ لیکن چونکہ اس وقت تک طبعیتیں حدت پسند نہ تھیں اس لئے کوئی اختلاف آواز مقبول نہیں ہوئی۔ صحابہؓ کے زمانہ میں قدریہ فرقہ کی بنیاد و معبد بن جالند جہنی نے رکھی۔ مذہبِ حارِ مرج و شیعہ کا آغاز بھی صحابہؓ کے زمانہ میں ہوا۔ اور مذہبِ جہم بن صفوان بھی اسی زمانہ میں اشاعت پذیر ہوا۔ پہلی صدی ہجری میں فرقہ شیعہ قائم ہوا جس کی وجہ سے مسلمانوں کو

سخت نقصان پہنچا۔ یعنی شیعہ اور سنی کی باہم آویزشوں نے اسلامی اقدار کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔ بنی امیہ کے عہد میں جریرہ۔ صفاتیہ۔ اور مشیمہ وغیرہ فرقے عالم وجود میں آئے۔ عطل بن دھل نے معتزلہ کی بنا ڈالی اس زمانہ کی فرقہ بندی کو دو قسموں پر منحصر کیا جاسکتا ہے۔ اہل عقل اور اہل شرع ان دو گروہوں کی چقیقش نے اسلام کو وہ نقصان پہنچایا۔ جو پندرہویں صدی تک نہ پہنچا۔ اگر یہ اختلاف محض اختلاف آراء تک محدود رہتا۔ تو چنداں مضائقہ نہ تھا۔ لیکن غرضب تہیہ ہوا۔ کہ اس اختلاف نے ایک خونریز جنگ کی صورت اختیار کر لی۔ اور خون کی ندیاں بہ گئیں :

سید نذیر الحق معنی عنہ چک نمبر ۳۰ جھنگ براہیہ

ایمان بالغیب کا فلسفہ

(گذشتہ سے پیوستہ)

سو الحمد للہ کہ علم الہیات کے مسئلہ پر یہ تینوں ذرائع شاہد ہیں عقل و منقولات اور سماع و فطرت علم الیقین کے تمام ذرائع اسلامی عقائد کے متعلق بدرجہ اتم موجود ہیں۔ مگر صاحب نظر و فکر کے لئے اسلام کا کوئی حکم ایسا نہیں۔ جو عقل و نقل اور سماع و فطرت کے خلاف ہو۔ اسلام کا تو نام ہی دین فطرت ہے۔ یہی چیز ہے جو اسلام کی شان خصوصی اور حقانیت کی سب سے بڑی دلیل ہے۔ غرض اعتقادات میں یقینی کیفیت پیدا کرنے کے ذرائع بھی اسلام اپنے اندر رکھتا ہے۔ جو اس کے منجانب اللہ ہونیکا ثبوت ہے۔

مذہب اسلام کا تمام دار و مدار حسن ظن اور صدق و اخلاص پر ہے۔

اگر خدا اور اس کے رسول پر کامل یقین اور اعتقاد ہو۔ تو لامحالہ ماننا پڑیگا۔ کہ جو تعلیم خدا کی طرف سے بندوں کی ہدایت کے لئے اس کے

رسول نے پیش کی ہے۔ اس کا نقطہ نقطہ صحیح اور برحق ہے۔ فطری ذوق والوں کے لئے تو صرف اتنی ہی بات کافی ہے لیکن چونکہ یہ زمانہ روشنی کا کہا جاتا ہے۔ اور طبعتوں میں تحقیق و تدقیق اور حیا و حیا کا مادہ ہے۔ اس لئے تفصیل سے کام لیا جاتا ہے۔ تاکہ ہر شخص بقدر فہم و ذوق فیضان سماوی سے حصہ لیکر سعادت اندوز ہو۔

جاننا چاہئے کہ عادت اللہ قدیم سے اسی طرح جاری ہے۔ اور ہمیشہ ایسا ہی ہوتا رہا ہے۔ کہ ربوبیت کاملہ اور فیضان سماوی کا اظہار اور ثواب و اجر ایمان پر مترتب ہوتا ہے۔ دین الہی کو قبول کرنے کی ابتدائی حالت میں ضروری اور لازمی ہے۔ کہ ایک سعادت مند انسان خدا کے وعدہ و وعید اس کے اخبار و اسرار اور تمام احکام بلا چون و چرا مان لے۔ زیادہ چھان بین اور محذاتہ انکار و تاویل سے محتنب رہے۔ کیونکہ ایمانی صورت کو قائم رکھنے کے لئے ضروری ہے۔ کہ امور ایمانیہ نہ تو ایسے منکشف اور تبدیلی ہو کہ شخص بلا غور و فکر مان لے۔ اور دین الہی بچل کھیل ہو جائے۔ اور نہ عقل سے اس قدر بعید ہوں۔ کہ ان کا سمجھنا ہی محال ہو۔ اور دین الہی دین اسلاطونی ہو جائے۔

خوب یاد رکھئے کہ خدا اسی پر اپنا روحانی فیض نازل کرتا ہے۔ جو عند اللہ اس امر کا مستحق ٹھہرے۔ اور یہ استحقاق ایمان سے حاصل ہوتا ہے نہ کہ فلسفہ و منطق کی نامرادیوں اور کج کاویوں سے۔ اگر فیضان سماوی بلا استحقاق کسی پر جاری ہو جائے۔ اور کوئی مشقت نہ کرنی پڑے۔ یعنی غور و فکر اور زہد و اخلاص سے کام لینا نہ پڑے۔ تو وہ ایمان۔ ایمان ہی کیا۔ اور نہ اس پر کوئی ثبوت ہے۔ کیونکہ جو چیز بغیر جہد و مشقت کے آسانی سے حاصل ہو جاتی ہے۔ نہ تو اس کی قدر ہوتی ہے۔ اور نہ ہی کوئی اجر ملتا ہے۔ لہذا خدا نے کریم انبی پر اپنا فیضان جاری کرنا ہے۔ جو ایمان ابتدائی حالت میں نیک ظنی اور فطری ذوق سے کام لیں۔ تسلیم و رضا کی منزل میں ثابت قدم رہیں۔ اور جن کا صدق و اخلاص ثابت ہو جائے۔

جب انسان امور غیبیہ کو تسلیم کرتا ہے۔ تو طح طح کے اوہام اور نفس مارہ کی کشائش میں پڑ جاتا ہے۔ مگر تمام اوہام و خیالات کو نظر انداز کر کے رجم کی راہ اختیار کر لیتا ہے۔ تو وجد خدا کے نزدیک صادق ٹھہرتا ہے جب ایک مومن محض سمجھ کر اور دیکھ کر کہ یہ میرے مولا کا ارشاد ہے ان باتوں پر ایمان لے آتا ہے۔ اپنی عقل کی نارسائی کا اقرار کرتا ہے۔ اور امور غیبیہ کی حقیقت و کثرت کا کھوج نہیں لگاتا۔ تو یہ نیک ظنی۔ دور اندیشی لقوی اور صدق و صفا سبب بن جاتا ہے نعام و اکرام کے نزول کا اور اسی درجہ احسان سے بنیاد رکھی جاتی ہے آئندہ روحانی درجات عالیہ اور کشف حقیقت کی۔

یہاں یہ بھی نہ سمجھنا چاہئے کہ امور ایمانیہ کو یونہی اندھا دھند مان لیا جائے۔ اندھی تقلید سے اپنی خدا داد بصیرت کو جواب دے دیا جائے یا یہ کہ اسلام محال اور خلاف عقل باتوں کے ماننے پر مجبور کرتا ہے۔ اور یا یہ کہ ان باتوں کی حقیقت و کثرت تک عقل کی رسانی ممکن نہیں۔ بلکہ مدعا یہ ہے کہ ایمانی امور ایک وجہ سے ظاہر اور ایک وجہ سے مخفی ہونے چاہئیں۔ عقل امکانی طور پر ان کا وجود تو باور کرے۔ مگر دیگر مشہودات و مبریات کی طرح ان کا ہاتھ پکڑ کر نہ دکھلا سکے۔ انسانی قلب پر فیوض و رحمت اترنے کے لئے رب بے نیاز نے یہ تدبیر کی ہے۔ کہ اللہ جل شانہ نے اپنے وجود۔ اپنے عجائبات قدرت۔ ملائک۔ ارواح۔ بہشت و دوزخ۔ بعثت و حشر اور رسالت وغیرہ تمام اسرار مبداء و معاد کو پردہ غیب میں رکھا۔ قیاسی اور امکانی طور پر عقل کو کچھ درک بھی دیا۔ اور کچھ دکھلا کر کچھ چھپا کر بندوں کو ان امور پر ایمان لانے کے لئے مامور کیا۔ اور یہ سب پس لئے کیا کہ انسان خیالات کی کشمکش کی وجہ سے عند اللہ صادق ٹھہرے۔ اور ایمان کی کیفیت اور شان محفوظ رہے۔

اگر کوئی یہ کہے کہ میں اس بات پر ایمان لایا کہ آگ جلاتی ہے۔ پانی پیاس بجھاتا ہے۔ زمین نباتات اُگاتی ہے۔ آسمان سے بارش ہوتی ہے۔

وغیرہ وغیرہ - ثابت ہے کہ اس میں کیا خوبی ہے - اور دیگر ماننے والوں سے کیا امتیاز ہے - اسی طرح اگر ایمانی امور بھی مست ہوں و محسوس ہوتے - تو کونسی خوبی تھی - ایمان کی شان قائم نہ رہتی - روحانیات کا تمام سلسلہ بیکار ہوتا - اور مذہب کیا بچوں کا کھیل ہوتا -

ایمان بالغیب مذہب کی ایک ابتدائی حالت ہے - روحانیت کی پہلی منزل ہے مکانات انسانی کا پہلا درجہ ہے - اور درجات عالیہ کی پہلی سیڑھی ہے - کمالات روحانی کے تین مرتبے ہیں - پہلا ایمان دوسرا عرفان اور تیسرا اطمینان - یعنی جب ایک شخص اخلاص - تقویٰ اور صدق و صداقت کی وجہ سے امور غیبیہ پر ایمان لے آتا ہے - تو انوار الہی کا نزول شروع ہو جاتا ہے - خدائے رحیم کا خاص جذبہ رحمت شامل حال ہو جاتا ہے - اور اس کا مخفی دست قدرت ایمان کے مرتبے سے نکال کر عرفان کی منزل میں پہنچا دیتا ہے - ان ظاہری آنکھوں سے نفسانی ظلمت اور شیطانی رعونت کی پٹی دور ہو جاتی ہے - عرفانی آنکھیں کھل جاتی ہیں اور اوہام کے پردے اٹھ جاتے ہیں - کشف و الہام کے دروازے کھول دیتے جاتے ہیں - آفتاب ہدایت و بصیرت کی لمبائی بصارت کو خیرہ کر دیتی ہے - اور عارف وہ کچھ دیکھتا ہے جس کی فلسفی کو ہوا تک بھی نہیں ملتی - وہ عجائبات قدرت کی سرس میں مشغول ہو جاتا ہے - ویدار الہی - رابطہ و عشق و محبت اور اسرار الہی کی تجلیوں سے ایسا وارفتہ اور مدوش ہو جاتا ہے - کہ کبھی عا اعظم شتائی کے نعرے لگاتا ہے - اور کبھی انا الحق کی صدا نہیں دینے لگتا ہے - گویا ہر زبان حال کہتا ہے

چشم من بیناے اسرار فلک
آشنا گویشم ز پر داز ملک

(باقی وارد)

نذیر الحق عفی عنہ یکے ۳ جھنگ برانچ پبل

تحقیق مذہب شیعہ کیلئے ضروری ہدایات

(از مولانا محمد عبدالحق صاحب دہلی)

یہ چند ضروری ہدایات اس لئے لکھی جاتی ہیں کہ مسلمان ان کو سمجھ کر یاد کر لے اور پڑھے لکھے مسلمانوں پر فرض ہے کہ ان پڑھ لوگوں کو انہی طرح سمجھا کر یاد کرادیں انشاء اللہ تعالیٰ ابھر کسی کافریت و جہل کچھ نقصان نہ پہنچا سکیگا۔

۱۔ صحابہ کرام کے بعد کلمہ گویان اسلام میں بہت سے فرقے ہو گئے بہت سے مذاہب بن گئے مگر اس قدر بے اُبنیاد اور عقل و نقل کے اس قدر خلاف کوئی مذہب نہیں جیسا کہ مذہب شیعہ ہے۔ اس سے زیادہ کیا ہوگا۔ کہ قرآن شریف پر ایسا ایمان ثابت نہیں کر سکتے۔ ایسے کو مسلمان کہتے ہیں۔ مگر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم تک اپنے مذہب کا سلسلہ نہیں پہنچا سکتے۔ نہ آپ کی نبوت و ختم نبوت پر ایسا ایمان ثابت کر سکتے

ہیں۔ ۲۔ مذہب شیعہ کی تعلیم یہ ہے۔ کہ تمام صحابہ کرام منافق تھے۔ اور بعد رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے سب مرتد ہو گئے۔ صرف چار آدمیوں کو مستثنیٰ کرتے ہیں۔ ابوذر مقداد عمار سلمان۔ مگر ان چاروں میں بھی کچھ کچھ عیب نکالتے ہیں۔ اور جھوٹا تو سب کو قرار دیتے ہیں۔ جھوٹ بولنے سے ایک کو بھی مستثنیٰ نہیں کرتے۔

شیعہ اپنے اس عقیدہ کی وجہ خوب بیان کرتے ہیں۔ کہتے ہیں۔ کہ صحابہ کرام کو ہم منافق و مرتد اس وجہ سے کہتے ہیں کہ انہوں نے حضرت علی رضی

کی نص خلافت کا انکار کیا۔ حضرت علی کے خلافت غصب کر لی۔ اُن سے جبراً بیعت لی۔ حضرت فاطمہ زہرا کو ایذا میں پہنچائیں۔ فذک غصب کیا ان کا حل ساقط کیا۔ مارا پیٹا شہید کر ڈالا وغیرہ وغیرہ۔ غرض کہ صحابہ کرام سے دشمنی اور ان کی بدگواہی محض محبت اہل بیت کی وجہ سے ہے۔ اور حضرت علی اور اُن تین چار ساتھیوں کے جھوٹا کہنے کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں۔ کہ وہ بوجہ دشمنیوں کے خوف کے اپنا اصلی مذہب چھپاتے تھے۔ اور ظاہر میں سنیوں کے موافق سب باتیں کیا کرتے تھے۔

نہا۔ شیعہ جو وجہ صحابہ کرام کو جھوٹا قرار دینے کی بیان کرتے ہیں اس وجہ کے صحیح یا غلط ہونے سے قطع نظر کر کے یہ نتیجہ تو شخص نکال لیگا۔ کہ جب وہ ساری جماعت جھوٹی تھی۔ تو قرآن اور عزرات اور دلائل نبوت اور تعلیم نبوی کے چشم دید گواہ سب جھوٹے ہو گئے۔ اور ان کی گواہی قابل اعتبار نہ رہی۔ لہذا قرآن بھی مشکوک ہو گیا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور تعلیمات نبوت سب کی سب مشکوک ہو گئیں۔ اس نتیجہ کے بعد ایک صاحب بصیرت ضرور اس امر کا یقین کر لیگا۔ کہ شیعہ جو وجہ اپنے اس عقیدہ کی بیان کرتے ہیں۔ وہ بالکل غلط ہے۔ اصلی سبب اس کا محض یہ ہے۔ کہ بانی مذہب شیعہ کو دین اسلام سے عداوت تھی۔ اور اس نے قرآن شریف اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے مشکوک بنانے کے لیے چشم دید گواہوں کو جھوٹا قرار دیا ہے۔ کسی کے جھوٹ کا نام نفاق رکھا ہے۔ اور کسی کے جھوٹ کا نام نقیہ رکھا ہے۔

مہم۔ شیعہ کہتے ہیں۔ کہ اُن کے مذہبی عقائد اور اعمال حضرت علی رضی اللہ عنہ اور دوسرے ائمہ کے تعلیم دئے ہوئے ہیں لیکن ان عقائد و اعمال کی تعلیم ائمہ نے شیعوں کو خفیہ طور پر تنہائی میں دی تھی۔ علانیہ بوجہ خوف کے وہ تمسکی بنے ہوئے تھے۔ شیعہ راویوں سے جب کوئی کہتا تھا۔ کہ جو باتیں تم ائمہ کی طرف منسوب کرتے ہو۔ کیا ان کی تصدیق ائمہ سے کرا سکتے ہو۔ تو وہ لوگ صاف انکار کر دیتے۔ کہ ہم ائمہ سے تصدیق نہیں

کرا سکتے۔ اور کبھی ایسا موقعہ خواہ مخواہ آگیا۔ تو ائمہ نے شیعوں کو جھٹلادیا۔ اور کہا کہ خدا ان پر رحمت کرے۔ ہم نے ان کو کبھی ان باتوں کی تعلیم نہیں کی۔ اب جن کو خدا نے عقل دی ہے وہ سمجھ سکتے ہیں۔ کہ سنی راویوں کی بات قابل اعتبار ہے جو کہتے ہیں کہ ائمہ نے ہم کو مذہب اہل سنت کی تعلیم صحیح میں بھی دی اور تنہائی میں بھی۔ اور خود ائمہ کو ہم نے مذہب اہل سنت کے موافق عمل کرتے ہوئے دیکھا یا شیعہ راویوں کی جو کہتے ہیں کہ ائمہ نے مذہب شیعہ کی تعلیم ہم کو خفیہ طور پر تنہائی میں دی ہے۔ ہم کسی کے سامنے تصدیق نہیں کرا سکتے۔ اور ائمہ بوجہ تقیہ کے علانیہ مذہب اہل سنت کے موافق عمل کیا کرتے تھے۔

۵۔ اگر بقول شیعہ حضرت علی اور دوسرے ائمہ تقیہ کرتے تھے اور علانیہ جو کچھ اپنا عقیدہ بیان کرتے تھے۔ اور عمل کرتے تھے۔ ان کا اصلی مذہب اس کے خلاف تھا۔ تو پھر یہ کس طرح ثابت ہو سکتا ہے کہ جو کچھ انہوں نے سنیوں سے بیان کیا وہ تقیہ تھا۔ اور جو کچھ شیعوں سے بیان کیا۔ وہ ان کا اصلی مذہب تھا۔ ممکن ہے کہ معاملہ اس کے برعکس ہو۔ بلکہ یہ بھی ممکن ہے۔ کہ یہ سب تقیہ ہو لہذا اصلی مذہب اسلام کے خلاف کچھ اور ہو۔ مگر چونکہ طرف مسلمانوں کی حکومت قائم ہو گئی۔ لہذا وہ اپنا اصلی مذہب چھپا کر لکھتے۔ سنیوں کے سامنے سنی بن جاتے تھے۔ اور شیعوں کے سامنے شیعہ۔

۶۔ شیعہ جب کسی ناواقف سنی کو اپنے مذہب کی طرف بلا تے ہیں۔ تو اس کو بجائے اس کے کہ اپنے مذہب کی خوبیاں بتائیں۔ اور اپنے مذہب کی حقانیت کے دلائل تعلیم کریں۔ مذہب اہل سنت کی برائیاں سناتے ہیں۔ مطاعن صحابہ کی روایتیں اس کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ اور اہل بیت کی مطلوبیت کا رنگ گاتے ہیں۔ اور محبت اہل بیت کا منتر پڑھکر اس کو اپنے دام میں گرفتار کرتے ہیں۔ مگر جس کو خدا نے ذرا بھی عقل اور سمجھ دی ہے۔ وہ فوراً کہہ دیتا ہے۔ کہ صحابہ کرام کے یہ منطام اور ان کی یہ برائیاں اگر صحیح تسلیم کر لی جائیں۔ تو پھر قرآن بھی

مشکوٰۃ ہو جائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر کوئی چشم دید شہادت باقی نہیں رہتی۔ لہذا ہم مسلمان ہو کر کسی ان خرافات کو تسلیم نہیں کر سکتے۔

مطالعن صحابہ کی جو روایتیں کتب اہل سنت سے پیش کی جاتی ہیں ان کی تین قسمیں ہیں۔ ایک قسم کی روایات وہ ہیں جو بائیس صحت کو نہیں پہنچیں۔ دوسری قسم کی وہ ہیں کہ روایات تو صحیح ہیں۔ مگر مطلب ان کا غلط بیان کیا جاتا ہے۔ تیسری قسم کی وہ ہیں کہ ان میں درحقیقت طعن کی کوئی بات نہیں۔ بلکہ بعض امور ان میں وہ ہیں جو انبیاء علیہم السلام کے متعلق قرآن مجید سے ثابت ہیں۔

۷۔ شیعہ صاحبان جب اپنی تبلیغ میں بہت ترقی کرتے ہیں۔ تو مسئلہ خلافت کو پیش کرتے ہیں۔ مگر یہ مسئلہ خلافت میں ان کو دخل دینے کا حق نہیں۔ کیونکہ جب ان کا ایمان قرآن شریف پر نہیں ہے تو فروعات کی بحث سے ان کو کیا تعلق لیکن اس سے قطع نظر کہ خلافت کے متعلق شیعوں کی بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ نام تو یہ کرتے ہیں ہم آیت قرآنی سے استدلال کرتے ہیں۔ مگر آیت برائے نام ہوتی ہے۔ اور استدلال کی بنیاد تمام تر روایات پر ہوتی ہے۔ بخلاف اس کے اہل سنت حضرات خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم کی خلافت حقیقہ آیات قرآنیہ سے ثابت کرتے ہیں۔ جن میں خداوند کریم نے خلافت کے متعلق پیشین گوئیاں کی ہیں۔ خلیفہ موعود کے اوصاف و علامات بیان فرمائے ہیں۔ کہ اگر تینوں خلفائے خلافت کا انکار کر دیا جائے۔ تو ان آیات کے صاق ہونے کی کوئی صورت نہیں ہو سکتی۔

۸۔ شیعوں کا مسئلہ امامت بھی خوب ہے۔ اور اسی مسئلہ امامت کو وہ اپنا طریقہ امتیاز قرار دیتے ہیں۔ اسی مسئلہ کی وجہ سے اپنے کو امامیہ کہتے ہیں۔ شیعہ اس مسئلہ کو ایک نہایت دلفریب شکل میں دنیا کے سامنے پیش کرتے ہیں کہتے ہیں کہ شیعوں کے امام محصوم ہیں۔ اور منجانب اللہ مقرر کئے ہوئے ہیں۔ اور اہل سنت کے امام غیر محصوم اور

انسانوں کے مقرر کئے ہوئے ہوتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ جس فرقہ کا امام غیر معصوم ہو۔ اس کے گمراہ ہونے میں کیا شک ہے۔ اس لئے غیر معصوم سے خطا کا صدور ہوگا۔ اور اس خطا میں بھی اس کی پیروی کی جائیگی۔ لہذا غیر معصوم کے ماننے والے سب غلطی ہوئے۔

مگر جن کو خدا نے عقل سلیم عطا فرمائی ہے۔ وہ اسی مسئلہ امامت و نبوت کے بطلان کی بہترین دلیل قرار دیتے ہیں۔ کیونکہ امام کا معصوم ہونا اور اس کی سر بات کا واجب الاتباع ہونا ختم نبوت کے منافی ہے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا اور لوگ بھی مثل آپ کے معصوم ہوئے اور ان کے احکام بھی مثل آپ کے احکام کے واجب الاطاعت ہوئے۔ تو ختم نبوت کے کیا معنی رہ گئے۔ انسانیت کا عقیدہ ہے کہ نبوت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو چکی۔ آپ کے بعد نہ کوئی معصوم ہے نہ مثل آپ کے واجب الطاعت ہے اور جس طرح نماز جماعت میں اُمت ایک شخص کو اپنا امام منتخب کرتی ہے۔ اسی طرح امر سیاست کے انتظام کے لئے اُمت ہی پر فرض ہے۔ کہ کسی کو اپنا امام معینی خلیفہ مقرر کر لے۔ یہ دوسری بات ہے کہ تینوں خلفاء کی خلافت کے لئے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارات واضحہ اور شاہد قریب دئے اور آیات قرآنیہ نے بھی ان میں لیاقت خلافت ظاہر کر دی۔ لہذا اس مسئلہ امامت میں علاوہ اس کے کہ ختم نبوت کی صریح معنی ہے۔ ایک بات یہ بھی ہے کہ فطرت کے خلاف شیعوں نے بارہ امام قیامت تک کے لئے فرض کر کے یہ مان لیا کہ بارہویں امام کے وقت میں قیامت آجائے گی۔ مگر ایسا نہ ہوا۔ تو ان کو یہ بات ایجاد کرنا پڑی۔ کہ امام پیدا ہو کر صدیوں سے غائب ہیں۔ اور قیامت کے قریب ظاہر ہوں گے۔

ایک بات یہ بھی اس مسئلہ میں ہے کہ حضرت علیؑ نے خود اپنے معصوم ہونے کی نفی کی ہے۔ اور لوگوں نے ان کے سامنے ان کی بات سے احکام پر اعتراضات کئے۔ اور انہوں نے ان اعتراضات کو صحیح تسلیم فرمایا۔

اہلسنت کہتے ہیں۔ کہ امام کے وہی احکام واجباً طاعت ہوتے ہیں جو قرآن اور سنت کے مطابق ہوں۔ امام کو مرگز یہ حق نہیں ہے۔ کہ اپنی طرف سے کوئی حکم دے۔

۹۔ اسلام میں بہت سے فرقے ہو گئے جیسا کہ ایک حدیث میں

اس کی پیشین گوئی بھی ہے۔ مگر ان مختلف و متحد فرقوں کا ان دو چیزوں پر اتفاق رہا۔ اول یہ کہ قرآن خدا کی کتاب ہے۔ اور کمال حفاظت کے ساتھ موجود ہے۔ اس میں کسی قسم کی تحریف نہیں ہوئی نہ ہو سکتی ہے۔ دوم یہ کہ نبوت و رسالت جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گئی۔ آپ کے بعد جو شخص نبوت لینے کا دعویٰ کرے وہ کذاب و دجال ہے۔

کسی فرقہ اسلامی نے ان دو چیزوں میں اختلاف نہیں کیا۔ البتہ اتنے دنوں کے بعد ایک فرقہ مرزائیوں کا پیدا ہوا جس نے ختم نبوت کا انکار کیا۔ اور مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی مانا۔ مگر قرآن میں اختلاف کرنے کی مرزائیوں کو بھی جرأت نہ ہوئی۔ اور دوسرا فرقہ شیعوں کا ہے۔ جس نے ان دونوں چیزوں میں اختلاف کیا۔ قرآن کو بھی محفوف مانا۔ اور ختم نبوت کو بھی مٹایا۔

اب صاحبان عقل سمجھ سکتے ہیں۔ کہ ایک طرف تو بے تعداد اسلامی فرقہ ہیں۔ جو سب باوجود باہمی شدید اختلافات کے دونوں چیزوں پر متفق ہیں۔ اور ایک طرف مٹھی بھر فرقہ شیعہ ہے۔ جو ان دونوں چیزوں میں اختلاف کرتا ہے۔ آیا وہ کثیر التعداد فرقے خطا پر کبے جانتے ہیں یا ایک فرقہ شیعہ۔

۱۰۔ مذہب شیعہ میں جھوٹ بولنا اور گالی دینا برا کہنا اور زنا کرنا جس کو متنعہ کہتے ہیں۔ بڑی عظیم الشان عبادت ہے۔ جھوٹ بولنے کو تقیہ کہتے ہیں۔ اور ان کی معتبر کتابوں میں مثل اصول کافی وغیرہ کے ہے کہ دین کے ۹ حصہ تقیہ میں ہیں۔ اور جو تقیہ نہ کرے وہ بیدین و بے ایمان ہے۔ گالی بکھنے اور بُرا کہنے کو بُرا کہتے ہیں۔

اور اس کے عظیم الشان فضائل بیان کرتے ہیں۔ منہج کی یہ فضیلت ہے کہ ایک مرتبہ متبعہ کرنے سے امام حسینؑ کا مرتبہ ملتا ہے۔ دو مرتبہ متبعہ کرنے سے امام حسینؑ کا تین مرتبہ میں حضرت علیؑ کا چار مرتبہ میں رسول خداؐ کا درجہ حاصل ہوتا ہے۔ دیکھو تفسیر منہج الصاوقین۔

اب صاحبان عقل اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں کہ یہ تینوں چیزیں جس مذہب میں عبادت ہوں وہ مذہب کیا ہوگا۔

دینِ ثناء کذبِ ست و دشنام و فخرِ برزیاں
صدق و حلم و زہدِ لایب است از آہنِ شمشا

یہ دس باتیں مذہبِ شیعہ کے متعلق علیؑ سے لے کر اللہ تعالیٰ بیان کی گئیں۔ ان باتوں کے سمجھ لینے کے بعد مذہبِ شیعہ کی حقیقت کی نقاب کھول جاتی ہے۔ اور ان کے دعویٰ محبتِ اہل بیت کا راز طشتِ ازہام کھو جاتا ہے۔ محبتِ اہل بیت کا دعویٰ دراصل ایک پردہ ہے۔ اس پردہ کی آڑ میں دینِ اسلام کی مخالفت کے سوا کچھ مقصود نہیں ہے۔ وسیعہ الذین ظلموا الی منقلب ینقلبون۔ فقط۔

والسلام علی من اتبع الهدی

(الحجۃ)

کیفیتِ کارکردگی

(از مولوی عطاء محمد صاحب مبلغ حزب الانصار بھیرو)

مکرمی و محترمی جناب مولانا بدرتیس الاسلام دامت برکاتہم
حزب الانصار کے ارکان میں اور خصوصاً مبلغین کی فہرست میں اس بیکار کا نام درج فرما کر از حد افتخار بخشا۔ نہایت ممنون و مشکور ہوں۔
باوجود میری کم بساطی کے عذرِ صحیح کے چونکہ آپ کا ارشاد ہے کہ اپنی کارکردگی کی روئیداد سے ہمراہ آپ کو اطلاع عرض کرتا رہا کروں۔ لہذا اس ماہ محرم الحرام

میں جو کچھ کیا جاسکا ہے۔ بے جوڑ عبارت اور ان ترشے الفاظ میں پیش خدمت ہے۔ مگر قبول اقتدار سے عزو شرف

(۱) خلاف معمول اس دفعہ محرم کی دسویں پر کسی عام مسلم جلسہ میں شرکت نہیں ہو سکی۔ وجہ یہ کہ کسی خاص ضرورت کی بنا پر سرگودہ جانا پڑ گیا۔ خیال تھا کہ سرگودہ میں سامعین یا سمیعین کی کسی صف میں شامل ہو کر استفادہ ہو جائیگا۔ مگر خلاف امید یہاں سخت سرد مہری دی گئی۔ اہل شیعوں نے مراسم نہایت شان و شوکت سے ادا کر رہے تھے۔ اور سینکڑوں سنیوں کا بھی ساتھ بڑا تنہا ہو رہا تھا۔

یہ افوسناک حالت دیکھ کر جامع مسجد کے فاضل امام سے گزارش بھی کی۔ کہ اس بڑھتے سیلاب کی روک ٹھام کی بڑی ذمہ داری یہاں آپ پر ہے۔ کیوں نہ ایسے مرکز میں نگھبانہ۔ سہمی دال۔ ڈیرہ۔ بھڑہ کی طرح آج کے دن علماء کرام کثرت کے مواظفہ ہوتے۔ اور خلق خدا اندھا دھند گمراہی سے بچتی۔ مگر انہوں نے ابالیان سرگودہ کی بے توجہی بیان فرما کر اپنا مذہب دینا بیان فرمایا۔

چند مقامی اور غیر مقامی اجماع مجھے کھڑا ہونے کے لئے کہا۔ جواباً بالیک عرض کیا۔ مگر عام اطلاع نہ ہو سکنے کی وجہ سے کامیابی نہ ہو سکی۔ عدم اطلاع کا الزام اہل مسجد کی بے التفاتی پر ہے۔ کہ جنہوں نے لفافے کی ایک ڈو خوب لٹکانے سے دین رکھا۔ شاید ان کو دوسرے انہماک جس کی طرح مجھ پر کسی کشتی کا شیبہ ہو گیا تھا۔

(۲) یہیں سرگودہ میں ایک خاص مجمع کے اندر چند وقف دوسانے شیعوں چند پر اعتراضات متعلقہ آئینہ مبالغہ اور واقعہ غار و شولیت جوازہ اور خلافت خیم غدیر وغیرہ احقر پر پیش کئے گئے۔ چونکہ جوابات مسکت و تشفی آمیز صادر ہونے پر حاضرین نے خاصہ اثر لیا۔ اور بڑی دیر تک تبلیغ و تلقین ہوتی رہی۔ یہ سوال و جواب اپنی نوعیت کے لحاظ سے بڑے دلچسپ واقع ہوئے تھے۔ مگر مفصلاً اندراج سے طوالت کا خوف ہے اس لئے نظر انداز کئے گئے ہیں۔ (باقی آئندہ)

مَنْ انْصَارَى إِلَى اللَّهِ

حزب الانصار کے مخلص کارکنوں کی جماعت ہے۔ جن کا مقصد وحید خدمت اسلام
 مسلمان کے لئے اس کا داخلہ کھلا ہے۔ ہر وہ مسلم جس کے سینہ میں ولولہ عمل
 موجود ہو۔ جو ملت اسلام کی زبوں حالی سے متاثر ہو کر عملی کام کرنے پر آمادہ ہو اس کا فرض
 ہے۔ کہ حزب الانصار میں شامل ہو کر ایک نظام کے تحت سرگرم عمل ہو جائے۔

انراض و مقاصد

۱۔ اندرونی و بیرونی حملوں سے اسلام کا تحفظ و تبلیغ و اشاعت
 اسلام (۲) اصلاح رسوم (۳) احیاء و اشاعت علوم دینیہ۔

طریقہ کار

۱۔ اسلامی علوم کی تعلیم و تدریس کے لئے ایسے دارالعلوم کا اجرا جس میں
 طلباء و دینیات کی اعلیٰ تعلیم حاصل کر کے مکمل عالم۔ مبلغ اور مناظر بنکر
 نکلیں۔ اور عوام کی ہدایت و تقویت دین کا باعث بنیں۔

۲۔ ایسا کتب خانہ قائم کرنا جس میں جملہ علوم و فنون و دیگر ذائب باطلہ کی کتب جمع کی جائیں
 جن کے مطالعہ سے دین و تبلیغ اور طلباء کی نظر غائر اور خیالات عالی ہوں۔ اور عوام
 شائقین اس کے مطالعہ سے مستفیض ہو سکیں۔

۳۔ مبلغین و کارکنان کی ایسی جماعت کا قیام جو بذریعہ وعظ و تقریر عامہ مسلمان خصوصاً وہاں
 کو تبلیغ احکام الہی کریں جس سے ان کے اخلاق و معاشرت کتب مجاش رسوم و
 معاملات شریعت کے مطابق ہو سکیں۔ (۴) انراض مذکورہ بالا کی اشاعت کیلئے ماموراری و
 کا اجرا۔

ضرورت

ضرورت ہے سرفروش مجاہدین کی جو مذکورہ بالا لائحہ عمل کی تکمیل کے لئے کارکنان
 حزب الانصار کا ہاتھ بٹالیں۔ یہ کام افراد کا نہیں۔ بلکہ جماعت کے ذریعہ ہی سر انجام دینا
 ہے۔ جامع مسجد پورہ میں دارالعلوم عزیز یہ قائم ہو چکا ہے جہیں علوم غریبہ اسلامیہ کی مکمل تعلیم
 تدریس و طلباء کے لئے رہائش و خوراک کا انتظام موجود ہے۔ بوجہ کمی نہایت کتب خانہ کے
 قیام کے لئے مشکلات درپیش ہیں۔ درو مند حضرات کتب خرید کر وقف فرمائیں۔
 اس طرح سے آسانی کیساتھ کتب خانہ قائم ہو سکیگا۔ یتیم۔ لاوارث اور غفلت بچوں کی تعلیم
 تربیت خوراک رہائش کیلئے خاص انتظام کیا گیا ہے مبلغین و دیہات میں دورہ کر کے نئی زندگی
 کی روح پھونک رہے ہیں رسالہ شمس اسلام حزب الانصار کی طرف جاری ہے۔ ان تمام مصارف پر روپے
 مامور سے زیادہ خرچ ہو رہا ہے حزب الانصار کے نفس یکیں مگر دولت بیتاب کارکن اپنی حیثیت

۱۔ انراض و مقاصد
 ۲۔ طریقہ کار
 ۳۔ ضرورت
 ۴۔ انراض و مقاصد
 ۵۔ طریقہ کار
 ۶۔ ضرورت
 ۷۔ انراض و مقاصد
 ۸۔ طریقہ کار
 ۹۔ ضرورت
 ۱۰۔ انراض و مقاصد
 ۱۱۔ طریقہ کار
 ۱۲۔ ضرورت
 ۱۳۔ انراض و مقاصد
 ۱۴۔ طریقہ کار
 ۱۵۔ ضرورت
 ۱۶۔ انراض و مقاصد
 ۱۷۔ طریقہ کار
 ۱۸۔ ضرورت
 ۱۹۔ انراض و مقاصد
 ۲۰۔ طریقہ کار
 ۲۱۔ ضرورت
 ۲۲۔ انراض و مقاصد
 ۲۳۔ طریقہ کار
 ۲۴۔ ضرورت
 ۲۵۔ انراض و مقاصد
 ۲۶۔ طریقہ کار
 ۲۷۔ ضرورت
 ۲۸۔ انراض و مقاصد
 ۲۹۔ طریقہ کار
 ۳۰۔ ضرورت
 ۳۱۔ انراض و مقاصد
 ۳۲۔ طریقہ کار
 ۳۳۔ ضرورت
 ۳۴۔ انراض و مقاصد
 ۳۵۔ طریقہ کار
 ۳۶۔ ضرورت
 ۳۷۔ انراض و مقاصد
 ۳۸۔ طریقہ کار
 ۳۹۔ ضرورت
 ۴۰۔ انراض و مقاصد
 ۴۱۔ طریقہ کار
 ۴۲۔ ضرورت
 ۴۳۔ انراض و مقاصد
 ۴۴۔ طریقہ کار
 ۴۵۔ ضرورت
 ۴۶۔ انراض و مقاصد
 ۴۷۔ طریقہ کار
 ۴۸۔ ضرورت
 ۴۹۔ انراض و مقاصد
 ۵۰۔ طریقہ کار

یہی کن کے خزان و غنیمت شمار عمر شریف کے ہاں پیشتر کہ بانگ برآید مسلمان منانہ

دعوت عمل

حزب الانصار کے مقاصد و اغراض و طریقہ عمل برواق رسالہ کے تقیید سے صغیر درج ہے۔ ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ سوچے کہ یہ کام اسلام اور مسلمانوں کے فائدہ کے ہیں یا نہیں۔ اگر نہیں تو کیا اس کا فرض نہیں کہ اس خدمت میں جب توفیق حصہ لے۔ ذیل کے طریقوں سے آپ اس اسلامی پودے کی آبیاری فرما سکتے ہیں۔

۱۔ اپنی ماہواری آمدنی کچھ حصہ مقرر کر دیں۔ جو ماہ بیاہ حزب کو پہنچا ہے۔ نیز اسکے رکن بن کر اور دوسروں کو رکن بننے کی ترغیب ہے کہ اس کا حلقہ و کار وسیع کیجئے۔

۲۔ اپنی زکوٰۃ صدقہ و خیرات اگر سب نہیں تو اس کا بڑا حصہ دارالعلوم غزنیہ کے غریب نادار طلباء اور یتیم لاوارث بچوں کے لئے عطا فرمائیں۔ جن کی تعلیم تربیت، خوراک و رہائش کا دفتر حزب الانصار نے لے رکھا ہے۔

۳۔ ماہواری سالانہ شمس الاسلام کے خزانہ دارین کو حزب الانصار کو اس کے مالی مصارف سکدہ دہی میں امداد دیجئے۔ نیز رسالہ کی اشاعت و بیع کرنے کے لئے سعی فرمائیے۔ کم از کم کوئی گاہیں ایسا نہ ہے جس میں رسالہ نہ جاتا ہو۔ یقیناً جانے کہ رسالہ کا ہر ماہ کسی جگہ جانا ایک محفل عالم مبلغ اور مناظر کے جلنے کے برابر ہے۔

۴۔ ہمتی ماسکین و غریب آبادیہ اور مسلم بچے جہاں ملیں۔ ان کو تعلیم و تربیت کیلئے دارالعلوم غزنیہ بھیرہ میں بھیج دیں۔ تاکہ بری صحبت سے بچکر اسلام کے خادم بن سکیں۔

۵۔ اپنے بچوں کو دینی تعلیم کیلئے کم از کم چار سال کیلئے دارالعلوم غزنیہ میں بھیجیں۔ چار سال میں مولیٰ قابلیت کے طلب علم کو کافی استعداد حاصل ہوتی ہے۔ ایمان و مساجد کو مضبوط کریں۔ کہ وہ خود تعلیم حاصل کریں۔ اور اپنے بچوں کو چار سالہ نصاب کی تعلیم کیلئے بھیرہ میں بھیجیں۔

۶۔ اہل قلم حضرات رسالہ کی قلمی اشاعت سے دریغ نہ فرمائیں۔ اور مختصر حضرات کا فرض ہے کہ کتابیں اپنے پاس سے یا خرید کر کتب خانہ حزب الانصار کیلئے وقف فرمادیں۔ تاکہ یہ صدقہ جاریہ کا کام دے سکیں جن کو کتب کی ضرورت ہے۔ وہ بدریہ استفسار معلوم فرمائیں۔

۷۔ اپنے علاقہ میں غیر مذہب کی تبلیغی جدوجہد و دیگر کوائف سے مطلع فرماتے رہا کریں۔ اور اگر ضرورت ہو تو حزب الانصار کے مبلغین طلب فرما کر تبلیغی جلسہ کے انعقاد کا انتظام فرمائیں۔

۸۔ اگر آپ تبلیغ کر سکتے ہیں۔ تو شعبہ تبلیغ حزب الانصار میں اپنا نام درج کرائیں۔

الحاض ناظم حزب الانصار بھیرہ (پنجاب)